آہوئے آوارہ

(ناولٹ)

جمیلہ ہاشمی

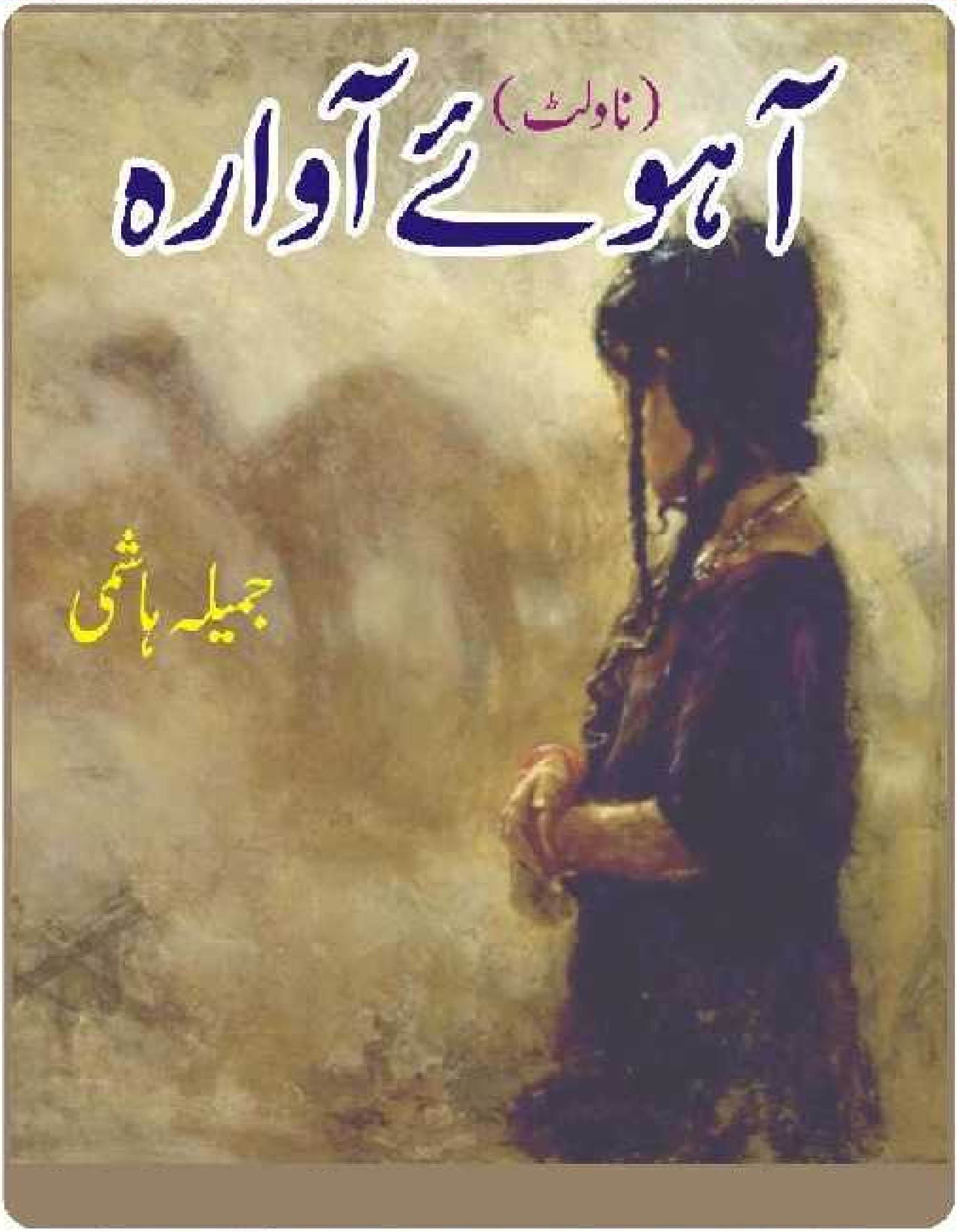

آہوئے آوارہ

(ناولٹ)

جمیلہ ہاشمی

آہوئے آوارہ

اجنبی شہر میں سردی یونہی کپکا دیتی ہے اور پھر اس دن تو صبح سے ہی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہوگئی تھی ہڈیوں میں گودے تک کو جما دینے والے بادل غول در غول عصا برداروں کی طرح سور کے آگے پیچھے گھوم رہے تھے پھر فوجوں کی سی سیاہ گھٹائیں امنڈ کر آئیں یورش کرنے کے لیے اکٹھا برسنے کے لیے تیار کھڑی ہوئیں۔ میں یہاں تبدیل ہو کر آیا تھا ایک بالکل نئے محکمے کے سربراہ کی حیثیت سے جس کا اپنا دفتر تک ڈھنگ کا نہ تھا رہائش کا بندوبست ایک ہوٹل میں تھا جہاں سیاحوں کی آمدورفت رہتی تھی ابھی کام بھی کچھ زیادہ نہیں تھا اور میری شامیں ناواقف ہونے کی وجہ سے تقریباً خالی ہوتیں۔ کبھی کبھار کلب جانے سے اور بھی بوریت ہوتی اس لیے کہ یہاں میرے کوئی دوست نہ تھے میں شراب نہیں پیتا سگریٹ کا شوقین نہیں اور تاش بھی بس واجبی ہی کھیل سکتا ہوں۔

جس شام کا میں ذکر کرنے جا رہا ہوں اس روز میں نے پکچر دیکھی تھی اس میں بھی خوشی کی کوئی کرن تک نہ تھی عجیب دل کو اداس کرنے والی غم سے بھری کہانی تھی لگتا تھا سارے عناصر اکٹھا ہو کر آدمی کے خلاف لگے ہیں۔ زندگی کے ناپید کنارے سمندر میں محبت کے بول کی ایک بوند بھی نہیں ذرا سی خواہش بھی پوری نہیں ہوتی۔ یہ سیاہ المیہ تھا رگوں میں خون کو پانی کرنے والے غم کی داستان۔ جی چاہا انٹروں میں اٹھ جاؤں پھر سوچا ہو سکتا ہے کہ کرداروں کو تھوڑا سا سامان مل سکے کہیں سے ذرا سی کرن ان بادلوں کے گھیرے کو توڑے امید اور خلوص سے یہ سیاہی دور ہو۔ مگر وقفے کے بعد بھی وہی افسوس ناک فضا رہی بلکہ ہیروئن کو تو حالات کی خرابی نے ناچ کر روزی کمانے پر مجبور کر دیا لگا دل میں سے کوئی سارا خون نچوڑ رہا ہے۔ اسے مسلسل رہا ہے میں نے اپنے سے عہد کیا آئندہ ایسی فلم نہیں دیکھوں گا۔ بھلا یوں بھی کبھی ہوا ہے خدا کی بنائی اس دنیا میں انسان کے لیے صرف گرتے رہنا اور نالے کی چکی میں پستے رہنا ہی لکھا ہوا ایسی کہانیاں دیکھنے کے بعد تو آدمی کی خدا کی ذات پر بھی شک وشبہ کرنے لگتا ہے اس کے موجود ہونے پر بھی یقین ڈگمگا جاتا ہے۔ جیسے وہ ہونے پر بھی ہو یا وہ کسی کو بنا کر بھول گیا ہو۔

اوورکوٹ کو لپیٹے جب میں پہنچا ہوں تو گرم موزوں کے باوجود میرے پاؤں سن ہو رہے تھے۔ ہوا کے تھپیڑوں نے مجھے سن کر دیا تھا ناک برف کا ٹکڑا لگتی تھی سائیں سائیں کے شور سے کان بند ہونے لگے تھے۔ پیدل چلنے کے باوجود جسم گرم نہیں ہو سکا تھا۔ ہیٹر ایک دم بڑا جاندار لگا آگ کی سرسراہٹ نیلے شعلے کی پلک اور تال تھی جیسے گیت کی بڑھتی اور بلند ہوتی ہے۔ پاؤں گرم کر کے میں

قریب ہی مخملیں کرسی میں دھنس گیا باہر ہوا کے شور میں اندر کے اپنے پن ذہنی تھکن تنہائی کے احساس سب نے مل کر مجھے تھپکنا شروع کیا پھر تیلے پانیوں کے خواب میں ساری آوازیں ڈوب گئیں مہا ساگر کی لہروں نے مجھے جھولا جھلایا پتہ نہیں میں کتنی دیر سویا ہوں گا کہ دروازے پر دستک ہوئی ہاں مجھے یونہی لگا جیسے کسی نے دروازے کو ہولے سے بجایا ہو تو فون سے پھر زور زور سے ٹھوکا دیا ہو گا۔ لگا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں انجانے کا خوف آدمی کو یوں بھی ملا دیتا ہے۔ خواب کہیں غائب ہو گئے دور کہیں آدھی رات کا گھنٹہ بجا۔ ''ذرا اور دروازہ کھولیے۔'' لہجہ ہرگز غیر ملکی نہیں تھا۔

دوبارہ ذرا وقفے سے پھر دستک ہوئی۔

''کوئی ہے۔'' میں نے جاگ کر ذرا تیزی سے کہا۔

''میری چابی گم ہو گئی ہے۔'' نہ سریلی اور نہ ہی کھردری عورت کی یہ آواز لگتا تھا زبان کی لکنت اور بدن کی لڑکھڑاہٹ کے درمیان سے کہیں مجسم ہونے کی کوشش ہو۔ اور دروازہ کھولنے کا بھی میرا کوئی ارادہ نہیں تھا کال گرز چکر میں یونہی میں کبھی نہیں پڑا اپھر آدھی رات پیچھے پرائی اور باسی اترنوں سے دل بہلانے کا شوق مجھے کبھی نہیں رہا کوڑے کے ڈھیروں سے یادوں کی بوری میں گوڈ بھرنے والوں سے مجھے نفرت ہے آدمی تعفن کو لپیٹ نہیں سکتا اسے اوڑھا نہیں جا سکتا۔ روح کی پیاس کبھی گندے گدلے پانی سے مٹی سے ٹھنڈے کنوؤں کے میٹھے دھارے سے ہی مجھے شغف رہا ہے پارسائی کا دعویٰ نہیں کر رہا گر تیز تیز سانسوں کی گڑبڑ اور پسینے کی بو سے مجھے اپنے وجود کے آلودہ ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ دوست ہنستے ہیں صفائی کی میری اس عادت کو بے جا اسراف سمجھتے ہیں آدمی کبھی مٹھاس سے بھی گندا ہوا ہے سوگند سے بھی گھبرایا ہے۔ کہتے ہیں تم تو صدیوں پہلے پیدا ہو صفائی کی میری اس عادت کو بے جا اسراف سمجھتے ہیں آدمی کبھی مٹھاس سے بھی گندہ ہوا ہے سوگند سے بھی گھبرایا ہے۔ کہتے ہیں تم صدیوں پہلے پیدا ہو گئے ہو۔ جنس کا آتش فشاں جواب پھٹتا ہے اور آگ اگلتا ہے تو اس لاوے کو ٹھنڈا ہونے کے لیے صدیاں چاہییں وہ کہتے ہیں میں بزدل ہوں تجربوں سے ڈرتا ہوں خود پسند ہوں اور ذہین تو قطعاً نہیں مگر چابی کے گم ہونے کا میرے دروازے کے کھلنے سے کیا تعلق ہے۔''

میں صرف چاہتی ہوں آپ Reception کو فون پر کہہ دیں۔

''کونسا نمبر۔'' تین ہے آپ کے برابر میں کونے والا کمرہ۔

آپریٹر کی سوئی ہوئی آواز آئی۔ ''یہ سدا تین نمبر کی چابی گم رہتی ہے۔''

''میں نے کہا کیا جواب دوں۔'' بڑبڑاہٹ برابر جاری تھی۔

''انہیں کہیے کم ازکم آدھ گھنٹہ تو لگے گا جس بیرے کے پاس چابی ہے۔ وہ کہیں سویا پڑا ہوگا۔ پھر ذرا جاگی ہوئی آواز میں کہا۔ انہیں کہیں انتظار کریں۔''

''جی میں فون کر دیا ہے چابی آتی ہی ہوگی۔'' مگر دروازہ نہیں کھلا۔

اوپر کی بتی بجھا کر میں نے پردہ ہٹا کر باہر جھانکا سرد رات بادلوں کے لبادے اوڑھے سڑک کی مدھم روشنیوں کے اوپر سے محو پرواز تھی اس کی تیز اڑان کا ساتھ دیتے ہوئے درخت جھکے جاتے تھے شاخیں پاگلوں کی طرح دوڑ میں حصہ لینے کے لیے ایک دوسرے کو دھکیل رہی تھیں پتے تیز تیز کودتے پھرتے تھے خرگوشوں کی طرح اور وہ عورت تنہا کھڑی ہوئی چابی کی راہ دیکھ رہی ہوگی۔

ہاں وہ تنہا ہی ہوگی اسے تنہا ہی ہونا چاہیے اگر کوئی ساتھی ہوتا تو وہ خود دروازہ کھٹ کھٹاتا آواز میں سلیقہ تھا لفظوں کی ادائیگی عمدہ تھی یہ مہذب لب و لہجہ تھا جو کسی غیر ملکی کا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں نے بے خیالی میں ایک مجسمہ بنانا شروع کیا ذرا بھاری تھوڑی لمبی دوشیزہ نہیں اپنے پر یقین رکھنے والی عورت ہی ہو سکتی ہے۔ وہ خیر خیر۔ اور ٹھنڈے بستر میں مجھے وہ سردی گوارا ہی لگی تھی میں نے اپنے خوابوں کو پھر سے وہیں جوڑا جہاں سے وہ ٹوٹے تھے۔

اگلی صبح میں نے کاؤنٹر پر چابی دی ہے تو خوشبو کا ایک جھونکا میری ناک سے چھوا بے چین کرنے والی یہ باس سینٹ کی نہیں تھی دیسی عطر کی بھی نہیں سستی اور آوارہ سی جیسے استعمال کرنے والے کو اچھے اور برے میں امتیاز کا سلیقہ ہی نہ ہو جیسے بے ترتیب کپڑے پہنے والے کو دیکھ کر طبیعت الجھتی ہے بس یونہی سی کیفیت میری بھی ہوئی ہے۔ آس پاس کوئی نہ تھا پتہ نہیں یہاں سے ابھی ابھی کون گزرا تھا؟ دور پڑے صوفوں پر لوگ بیٹھے تھے سواری منگوا کر اس کے انتظار میں اخبار کو جلد جلد ختم کرنے کے لیے صفحوں کو پلٹ کر صرف سرخیاں دیکھتے ہوئے۔ لمبے بالوں والے غلط ملط لباس پہنے مرد اور عورتوں کے جوڑے جو غیر ملکی ہوتے ہوئے مشرقی لباس مضحکہ خیز لگتے تھے۔ اور تیز تیز گفتگو کر رہے تھے۔ بارش صبح سے بنا رکے پڑ رہی تھی میں نے کلرک کے سر کے اوپر سے شیشوں کے پرے جھانکا درختوں کی ہریالی دھلی دھلی تھی اور بھیگی شاخیں پانی میں کودتے پھاندتے بچوں کی طرح زور زور سے ہل رہی تھیں۔

''ٹرن ٹرن ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ ''جی ابھی ذرا دیر ہوئی باہر چلی گئی ہیں۔'' جی کوئی پیغام کسی کے نام چھوڑ کر نہیں گئیں۔ پتہ نہیں کب آئیں عام طور پر رات گئے لوٹتی ہیں جی اپنا پتہ لکھوا دیجیے۔'' پھر اس نے چٹ پر ایک نام لکھ کر اسے تین نمبر کے خانہ میں وہ ڈاک کے لیے بنا تھا رکھ دیا۔

اداس بھاری دن ہولے ہولے گھسٹتا رہا۔

دفتر سے لوٹ کر میں خط لکھتا رہا کھلے پردوں میں سے سڑک پر جاتی موٹریں کھلونوں کی طرح چھوٹی اور ملکنوسیٹ پر بھاگتے ریل کے ڈبوں کی طرح چکروں میں گھومنے لگیں ذرا سی بلندی سے ہر شے کتنی مضحکہ خیز اور بے معنی لگنے لگتی ہے۔

میں تم سے قطعاً محبت نہیں کروں گی اگر تم کل نہیں آئے خدا کی قسم۔

''میرا انتظار نہ کرنا کام ختم کر کے ہی آؤں گا۔''

یہ مکالمہ عین میرے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر دہرایا جا رہا تھا۔

انکار کون کر رہا ہے ایڈ زمگر کام تو دیکھوں میں تصویریں کل تک کیسے ممکن نہیں۔ اگر ڈرائنگ بھی بناؤں میں تب بھی اور تم کہتی ہو نہیں رنگوں بھی سہی نہیں ڈرائنگ مجھ میں یہ ہمت نہیں۔

اوہ اوہ پلیز جاری میرے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ تمہارے لیے گھڑیاں اور پل بھی اہم ہوتے ہیں اور میں تو پوری ایک رات اور آدھے دن کی بات کر رہی ہوں۔

پھر آوازیں روشنی کے نقطوں کی طرح اندھیرے میں ڈوب گئیں میں نے پردے بند کر دیے۔

فون کی گھنٹی بجی میں ابھی نیم خوابیدہ تھا سردیوں کی سہ پہروں کی غنودگی بڑی دل خوش کن ہوتی ہے اور پھر جب کوئی کام نہ کہو کہیں جانے کی جلدی نہ ہو تو بستر کی گرمی آدمی کو تھپکتی ہے۔

''میں رات کی جسارت کی معافی چاہتی ہوں۔''

''میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔''

''لگتا ہے میں نے پھر آپ کو سوتے میں سے جگا دیا ہے اور اب دوہری معافی کی طالب ہوں۔''

''یہ تو معمولی بات ہے محترمہ۔''

رات کے وقت سوتے میں سے کسی کو جگانا پسند تو نہیں مگر مجھے لگا تھا آپ سو نہیں رہے تھے۔ ٹیبل لیمپ کی مدھم نہیں اوپر کی پوری روشنی دروازے کے نیچے سے دکھائی دیتی تھی اس لیے سوچا آپ کو زحمت دی جا سکتی ہے اصل میں چیزیں ادھر ادھر رکھ کر بھول جاتی ہوں حالانکہ بیماری سے پہلے میں ایسی نہ تھی۔

''جی۔'' بھلا میں اور کیا کہتا۔

یقین کیجئے میری چابی واقعی گم ہو چکی تھی اور سوائے آپ کو تکلیف دینے کے اور کوئی راستہ نہ تھا تین منزل اتر کر جانا میرے لیے

تقریباناممکن تھامیں سارادن چلتی رہی تھی۔

''چلتی رہیں تھیں۔''میں نے حیرت سے کہا۔

''جی چلتے رہنا کوئی ایسی حیران کن بات تونہیں۔''اس نے کہا۔

''نہیں۔''میں نے سوچاخاموش رہوں تب بھی وہ بولتی چلی جائے گی۔

''حیران کن بات نہیں ہے کمال ہے صاحب یعنی کسی خاتون کا سارادن چلتے رہنا آپ کو بالکل نارمل لگتا ہے۔اس کی آواز غصے سے ذرا تیز ہوگئی تھی۔

جی چاہافون بند کردوں مگر پتہ نہیں کیوں میں منتظر رہا۔

''کمال ہے صاحب آپ سردی میں چلتے رہنے کوکوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ چلتے رہنامیری مجبوری ہے۔سائیٹ کی تلاش میں مارے مارے پھرنا۔''وہ چپ ہوگئی جیسے کسی سوال کی راہ دیکھ رہی ہومگر میں نے کچھ نہ پوچھا بھال میں کسی کی زندگی میں نجی معاملے کی نوعیت بنا جانے پوچھے کیوں دریافت کروں اچھاصاحب شکریہ۔''اورفون بند ہوگیا۔

باہر گھنا کھلی ہوئی نیلاہٹ کی تہ تک اتر گئی تھی اور یہ تنی ہوئی چادر کبھی دودھیا لگنے لگتی اور کبھی کاجل کا ساسیاہ اندھیرا اچانک ہی اندر گھس آتا پھر ذرا سی سفیدی ہوتی جیسے آنکھ مچولی کھیلی جارہی ہو۔میں نے وقت دیکھا چھ بج رہے تھے اگر میں اپنے گھر پر ہوتا تو دوستوں سے ملنے ملانے چلاجاتا سوچا دور پار کے ایک رشتہ دار ہیں یہاں ان کی خیریت دریافت کروں پھر میں نے بیرے کو بلا کر چائے کے لیے کہااور ایک باتصویر رسالہ دیکھنے لگا چانداور فضا سے زمین کتنی خوبصورت لگتی تھی اپنے سمندروں اور صحراؤں سمیت بستے دریاؤں اور برف سے ڈھکے پہاڑوں والی گہری نیلی جیسے کسی لاڈلے بچے کی قیمتی گینداور آدمی اپنے کو کتنا اہم جانتا ہے کائنات کا دل۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔''صاحب کیا آپ میرے ساتھ چائے پینا پسند کریں گے۔''

''میں چائے پی رہاہوں۔''میں نے یونہی کہااس حیرت سے کہ اس عورت نے مجھے تنگ کرنا شروع کردیا ہے۔

''توکیا پھر میں آپ کے پاس آجاؤں۔''یہ سن کر میں بھلا کیا جواب دیتا شاید سہ پہراس نے میرے متعلق غلط اندازہ لایا تھااس نے سوچا ہوگا۔اور لوگوں کی طرح میں کوئی مہم جو ہوں اور جانے کیوں ہوٹل میں ٹھہراہوں تیز چلتی تصویروں کی ریل سی میرے دماغ میں چلی ہولے سے بنا کچھ کہے میں نے فون رکھ دیا۔

حیرت سے میں سوچتا رہا اور پھر بڑے زور کی ہنسی آئی دوسرے سرے پر وہ خاتون میرے جواب کا انتظار کر رہی ہوگی۔
دروازہ کسی نے دھکیلا میں عین ہنسی کے درمیان پکڑا گیا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹائے بنا وہ چل آئی تھی۔'' کیوں جناب آپ یوں خواتین کی بے عزتی کرتے ہیں۔'' وہ دوسری خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مگر خاتون میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا میں تو آپ کو جانتا تک نہیں۔''

تو اس کے لیے لمبی چوڑی تمہید کی کیا ضرورت ہے میرا نام ایڈا ہے میرا مطلب ہے میرے دوست ملنے والے مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں حالانکہ میں عادلہ ہوں پھر ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگی آپ غالباً سگریٹ نہیں پیتے۔

''مجھے اس کی بو ناگوار لگتی ہے۔''

''ناگوار لگتی ہے تو پھر آپ کی ہماری دوستی کیسے چلے گی میں تو بہت پیتی ہوں چین سموکر ہوں۔''

مجھے لگا میرا سانس رک جائے گا کبھی آپ لوگ ایسی صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔''

''آپ بیٹھ کیوں نہیں جاتے۔ اور یہ آپ کا رنگ کیوں اترا جا رہا ہے کسی اجنبی خاتون سے کبھی بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔''

میں معمولی کی طرح بیٹھ گیا اس نے گھنٹی بجا کر خود ہی بیرے کو بلایا۔ تازہ چائے کا آرڈر دیا۔

''سگریٹ نہیں پیتے آپ کمال ہے بھئی کمال ہے۔ مگر آپ اگر مجھے یہاں برداشت کریں گے تو آپ کو اس کو بھی برداشت کرنا ہوگی۔''

اچھا آپ ابھی بچپنے کی حدوں سے نہیں نکلے با تصویر رسالوں سے دل بہلاتے ہیں۔ اس نے رسالہ اٹھا لیا زمین کس قدر خوبصورت ہے مگر چاند سے ہی ایسی دکھائی دیتی ہے کیونکہ اتنی دور سے اس کی گندگی اس کی بدصورتی اس کی خرابی اور اس کے اندر جلے ہوئے دلوں کی بو کوئی شے بھی تر او پر تک نہیں پہنچتی۔

''کیوں صاحب؟'' اس نے میری طرف دیکھا۔ وحشت سے بھری آنکھیں بکھری بکھری سی عورت معمولی کپڑے پہنے سلیقے سے بال سنوارنے اس بے چین کرنے والی خوشبو سے میرا کمرہ بھر گیا۔

''اصل میں چائے تو مجھے آپ کو بلانا چاہیے تھی۔'' وہ اب ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''کوئی بات نہیں۔''

''شکر ہے آپ بولے تو سہی اس نے اپنے پیچ رنگی دوپٹے کو بازو سے گلے میں ڈالا۔ میں اس کے سامنے اسکول کا بچہ لگ رہا تھا۔ بھئی آپ اپنا تعارف تو کروایئے۔ میں نے اپنا نام پتہ بتایا۔ ارے صاحب آپ کے محکمے سخت پبلسٹی کی ضرورت ہے۔ نیا بلکہ بالکل ایک

دم نیا محکمہ ہے نا۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ عوام کی کوئی فائدہ پہنچے تو اسے فوراً پبلسٹی کرنا چاہیے اور وہ اس کی اہمیت پر تقریر کرتی رہی یہاں تک کہ چائے آ گئی۔ جب وہ کمرے سے نکلی ہے تو دھوئیں کا سفید غبار بھی اس کے پیچھے نکلا میرا دم گھٹ رہا تھا۔ میں نے پردے کھول کر کھڑکیاں بھی کھول دیں رات بیتابی سے اندر گھس آئی ہے جیسے وہ سیاہ بلی ہو جو بہت دیر سے بارش میں بھیگ رہی تھی۔

اس بو کی وجہ سے جو چھت کے پاس میرے اردگرد ہر جگہ تھی مجھے نیند ہی نہیں آئی چابی گم ہونے کا ڈرامہ دہرایا گیا مگر چند راتیں بعد سیڑھیوں پر بہت زور زور سے چڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

ایدا میں تمہارا یہ سارا اکبارا اٹھا کر اور آگے نہیں جا سکتا بھئی۔ یہ سیڑھیوں پر رکھ رہا ہوں۔''

''تمہاری یہ مجال لڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی سارا دن مارے مارے پھرنے کے بعد اب لوٹی ہوں تم ہی لوگوں کے لیے گھومتی ہوں اور تم اسے کباڑ کہتے ہو۔''

''اتنا تو تم سے ہو نہیں سکتا کہ چار گھڑی اپنے کمرے میں بٹھاؤ۔''

تو یہ میرا مقدر تھا کہ ایڈا کی رات کی آخری گفتگو کا شاہد بنتا رہوں۔ پتہ نہیں پھر کیا ہوا۔ چیزیں جیسے سیڑھیوں سے نیچے گرنا شروع ہوئیں کمروں کے دروازے کھلے اور پھر بند ہوئے۔ خاموشی چھا گئی اور پھر میرا دروازہ بجایا گیا۔

''ذرا چابی کے لیے نیچے فون کر دیجیے گا۔

میں نے کچھ کہے بنا فون کر دیا۔ اگلے دن چائے پر ملاقات ہوئی نہ اس نے معذرت کی نہ میں نے اسے یہ توقع لگائی تھی آتے ہی کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔'' چائے پلائے صاحب۔'' میں نے نباہات کئے چائے بنا دی۔

''میں زندگی سے تھک گئی ہوں عاجز آ گئی ہوں مگر زندہ رہنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ اگر آپ کو پتہ ہو کر میں نے کیا کچھ کہا ہے کن چکروں سے نکلی ہوں تو آپ مجھ سے ہمدردی کریں مگر مجھ امیں تو دنیا سے یہ آس لگائے نہیں جی رہی بیکار لوگوں سے یونہی امیدیں وابستہ کیے ہوں۔''

پھر خاموشی کا وقفہ لمبا ہوتا گیا۔ مجھے لگا جیسے اسے نیند آ گئی ہو۔ ایک دم آنکھیں کھول کر کہنے لگی۔

''اچھا چلو مجھے گولی مارو یہ بتائیں آپ نے اپنے محکمے کی پبلسٹی کے لیے کیا کیا ہے ارے بھائی نوکریاں ملتی ہیں۔ اتنا عمدہ محکمہ ہے کام نہ دھام ذرا ہاتھ پاؤں ہلاؤ تھوڑا زندگی میں دلچسپی لو یوں کیوں بیٹھے ہو مجھ سے جو ہو سکے گا میں تمہارے لیے کروں گی ملاحظہ کیا فوراً آپ سے تم رپ اتر آئی تمہیں پتہ ہے میرے اتنے عمدہ جاننے والے لوگ ہیں ان سے کہہ کر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تمہارے

لیے اشتہارات دلوا سکتی ہیں مگر تم نہ سے تو کچھ بولو۔

میں نے اب بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ طے یہ پایا کہ جس دن مجھے چھٹی ہوائیں کے ایک جاننے والے کے ہاں چلا جائے۔

عام طور پر اتوار کا جاگ ذرا دیر میں ہوتی ہے۔ اخبار دیر میں آتا ہے چائے دیر میں پی جاتی ہے لوگ شیو نہیں کرتے دھوپ اگر ہو تو اس میں ستاتے ہیں۔ مگر پروگرام کے مطابق میں ذرا جلد اٹھا شیو کی کپڑے بدلے اور ذرا سی خوشبو لگائی دس بجے تک اس کی راہ دیکھی دھوپ بڑی جان بخش اور کھلی ہوئی تھی میں نے کھڑکی کھول کر گردن نکال کر ادھر ادھر جھانکا پرلی طرف ذرا پرے کھڑکی کے نکلے ہوئے حصے پر اپنا چہرہ نکالے وہ خاموش کھڑی تھی کھلے ہوئے بال شانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور اتنی دوری سے بھی ان کی سفیدی مجھے جھلکتی دکھائی دے گی۔ میں ایک ٹک اسے دیکھتا رہا۔ یہ عورت جو شور اور مصروفیت سے اپنے گرد قلعہ بنائے تھی۔ پتہ نہیں کیوں اس کا سراپا اتنا اداس کر گیا۔ اس نے گردن پھرا کر مجھے دیکھا مگر اس کی نگاہوں میں کوئی پہچان نہ تھی خفگی کے مارے میرا برا حال ہو گیا اور میں لفٹ کا انتظار کئے بنا سیڑھیاں اتر گیا۔ بس میں سوار ہو کر اس کے روٹ ختم ہونے کی جگہ تک گیا روپیں کھیت تھے اور سرسوں کی پیلاہٹ دور تک پھیلے آسمان سے کہیں ملتی تھی میں نے کسانوں سے باتیں کیں ایک کنوئیں کی منڈیر گھنٹوں بیٹھا رہا۔ چلتے ہوئے رہٹ میں سے بہتے ٹھنڈے میٹھے چمکیلے پانی کے دھارے کو دیکھتا رہا۔ وہاں سے اپنے دور کے رشتہ داروں کے ہاں بھی گیا زور زور سے ہنستا رہا ہم مل کر گاتے رہے رشتہ کی بہنوں سے میں نے خوب مذاق کئے آنکھ مچولی کھلی آئس کریم کھائی پتہ نہیں میں اندر سے اداس کیوں تھا۔

''عجیب آدمی ہیں آپ بھی کہاں چلے گئے تھے۔'' وہ مجھے لفٹ میں مل گئی۔ میں نے حیرت سے اس دبلی سانولی اور بے تحاشا سگریٹ پینے والی عورت کو دیکھا۔

''صبح میں جب تیار ہو کر نکلی ہوں تو آپ کہاں تھے بھئی کہاں تھے تم۔'' لفٹ بوائے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس میں حیرت تھی۔

دس بجے تیار ہو کر جب میں نے جھانکا ہے تو آپ کھڑکی میں کھڑی تھیں۔ اور آپ نے مجھے دیکھا بھی تھا اس وقت تک تو جانے کے کوئی آثار نہیں تھے۔'' میں نے شکایتا کہا۔

تم کتنے ملتے ہوئے ہو عاصم سے میرے بھائی سے وہ بھی ذرا ذرا سی بات پر خفا ہو جایا کرتا تھا۔ لفٹ رکی ہم اترے وہ میرے کمرے کے سامنے رک گئی بخدا تم نے کتنا اچھا چانس کھو دیا ہے اور ان کا فون آیا تھا کہ عاصم کو نہیں لائیں۔

''عاصم کون عاصم۔''میں نے پوچھا۔

''میں نے انہیں کہا ہے کہ تم عاصم ہو اور پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم یوں بھی مجھ سے چھوٹے ہو۔''اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔''اور تمھیں بھلا اس میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے ہو کیوں نہیں سکتا۔''میں نے ذرا پرے ہٹتے ہوئے کہا''تمھیں پتہ ہے میری نظر کمزور ہے۔''

''دور کی اور بہت قریب کی بھئی۔''وہ وہاں میرے کمرے کے سامنے کھڑی تھی جیسے اس کا وہاں سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

ساری رات ہم تاش کھیلتے رہے اس نے مجھے بہت سی کھیلیں سکھائیں دھوکے سے جیتنے کے داؤ پتے چھپانے کے طریقے وہ ہنستی تو ہنستی ہی چلی جاتی ایش ٹرے میں سگرٹوں کے ٹکڑوں کا ایک چھوٹا سا انبار لگ گیا میرے کمرے میں نیلے دھوئیں کے اوپر ہر شے دھندلی ہوئی چاہیے تھی نا مگر حیرت انگیز طور پر چیزیں واضح تھیں ساری چیزیں۔دل کا آئینہ تک صاف تھا۔

مجھ میں کرید نہیں ہے از خود پتہ چل جائے ٹھیک ہے۔ورنہ میں لوگوں ں سے الجھتا نہیں ان کی زندگی کے کونوں کھدروں میں جھانکنے کی میری عادت نہیں ایڈ سے میں نے خود کچھ نہیں پوچھا۔

''عاصم کو بھی تاش کی کوئی بازی سوائے رمی کے نہیں آتی وہ بھی تمہاری طرح اناڑی ہے اور اپنے سے لاپرواہ لباس کے معاملے میں تم اسے س سے ذرا خوش ذوق ہو۔وہ یہاں ہوتا تو تم دونوں کی خوب پٹتی۔وہ یادوں کے کارواں کے پیچھے چلنے لگی۔''میں اور وہ خوب جھگڑتے تھے اتنا لڑتے تھے ہر وقت ایک دوسرے کو شکست دینے کی فکر میں یہاں تک کہ کھانا کھانے اور پڑھنے لکھنے میں بھی اندر سے ہر وقت مقابلے کی فکر میں لگے رہتے اماں ایک کو اچھا کہیں تو دوسرا روٹھ جاتا ہر شے ہمارے لیے چیلنج تھی۔

''عام طور پر اوپر تلے کے بہن بھائیوں میں ایسا ہوتا ہی ہے۔''میں نے یونہی کہا۔

ایک دم اسے غصہ آ گیا۔''اوپر تلے کے بہن بھائیوں میں اتنی شدت سے رقابت ہوتی ہم تو جڑواں بہن بھائیوں کی طرح تھے اسے بخار آتا تو مجھے بھی خواہش ہوتی کہ بیمار پڑ جاؤں۔مجھے اس کے بنا ایک پل قرار نہیں آتا تھا۔اماں عاجز تھیں کہتیں۔''میری دعا ہے تمہارے درمیان آگ کا پہاڑ ہو تم لوگ جدا ہو جاؤ تو میں چین سے ہوں گی۔''اور پھر نا ہیں بھی چین آ گیا۔''اس کی آنسوؤں سے خالی آنکھیں بڑی بے نور لگ رہی تھیں۔

جنگ ہوتی ہے تو وہ بھی بھرتی ہو گیا ان دنوں لڑکوں کو تھوڑی تھوڑی ٹریننگ دے کر محاذ پر بھیجا جا رہا تھا۔انہیں فوراً کمیشن مل جاتا تھا۔

اسے بھی مل گیا لیفٹیننٹ کی وردی اس پر بہت سج رہی تھی مجھے چڑانے کے لیے وہ گھڑی گھڑی میرے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا اور سلیوٹ کرتا "یہ برق ہوتا ہے لڑکوں اور لڑکیوں میں۔" جی چاہا چیخ چیخ کر رو دوں اس لیے نہیں کہ وہ جا رہا تھا اس لیے کہ میں وہاں نہ جا سکتی تھی۔"

"عورتیں بھی تو فوج میں جا سکتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا تم چپکے نہیں رہ سکتے۔" اس نے مجھے ڈانٹ دیا" اگر میں جا سکتی تو چلی جاتی مگر ایسا ہو نہ سکا۔ وہ واپس نہیں آیا پتہ نہیں اسے زمین نگل گئی وہ قید کر لیا گیا یا کیا ہوا۔ ہم لوگ منتظر ہیں اور رہیں گے لمبی فہرستوں میں مرنے والوں میں گم ہونے والوں میں کہیں اس کا نام نہ تھا۔"

"ابھی آتی ہوں۔" وہ اپنی سگریٹ کا پیکٹ بھی چھوڑ گئی۔ "جانے کون ہو۔"

رات کے اندھیرے میں لمبے گھنٹے ایک کے بعد ایک بجتے رہے کھانا کھا کر میں لیٹ گیا اور دھوئیں سے بھرے اس کمرے میں خوب گہری نیند سویا۔

سرکاری مکانوں میں بہت سے جھگڑے ہوئے ہیں باورچی خانے کا مسئلہ اس کو صاف ستھرا رکھنے کا مسئلہ نوکروں سے نمٹنے کا مسئلہ اکیلے آدمی کی جان کو یہ روگ بے وجہ کی مصروفیت بن کر لگتے ہیں اور ان سے بچنے کے لیے میں نے وہیں ہوٹل کے اس سے ذرا بہتر کمرے میں نقل مکانی کر لی اور اپنے زندگی رواں ہو گئی۔ کام بھی بڑھ گیا تھا اور پھر میں کچھ لکھنے پڑھنے میں بھی لگا رہتا تھا۔ سردی بڑھی اور دن ذرا ذرا سے ہو گئے صبح ہوتی اور شام کو آ لیتی۔ شامیں میں اکثر کمرے میں گزراتا۔ محکمے کے لوگ ادھر ادھر سے چند لکھنے لکھانے والے دوست بن گئے تھے وہ جمع ہو جاتے اور دیوانی بحثیں ہوتیں۔ ہر آدمی کسی نہ کسی کام میں لگا تھا۔ ترجمے ہو رہے ہیں۔ سیاست ہے مذہب ہے اپنا دکھ ہے پرایا غم ہے جب جوانی ہوتی ہے تو کتنا جوش ہوتا ہے کبھی کبھار یہ سب چھوڑ کر ہم کسی ہوٹل میں جا بیٹھتے۔

نئے سال کی شب آئی میرا ارادہ تھا کہ گھر جاؤں گا بہن بھائیوں سے ملوں گا مگر دوستوں نے جانے نہیں دیا۔ ہمیشہ تو تم گھر والوں کے ساتھ ہی ہوتے ہو یہاں رہو ہم تمہیں کسی سے ملوائیں گے نئے سال کا تحفہ سمجھ لینا اس دعوت کو ان کے ہاں بڑی زبردست شب منائی جاتی ہے کتنے ہی نئے چہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سارا شہر الٹ پڑتا ہے تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔

یہ ایک گانا لائٹ تھی۔ یوں تو میں نے ناچ رنگ شراب فسق بھی کچھ دیکھا ہے مگر اس گھر میں ہولی کے رنگوں سے بڑھ کر رنگ تھے

صورتوں پر گلال بکھرا ہوا سچے فن کار کی لگن سے اس نے حسن جمع کیا تھا جانے کہاں سے سنیت سنیت کر رکھی مورتیوں کو لا سجایا تھا بہتے ہوئے بدن اپنی دلاویزی سے نشہ دلاتے ہوئے خطوط والی عورتیں کنواریاں جو جھیل سی آنکھیں چہرے پر سجائے تھیں۔ بیا بتا حسن کی کشش کے سامنے فرشتے بھی پگھل جائیں۔ بے خبر ہرنیوں کی طرح اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکیاں۔ شکاری نازنینیں۔ بے سدھ کرنے والی ناگنیں۔ اپنے بھولپن سے جادو جگاتی الھڑ دوشیزائیں بچپن اور جوانی کی حدوں پر کھڑی کنواریاں کھائی کھیل ترنگ میں آئی عورتیں۔ اپنے آپ کو سنبھال کر چلنے والیاں شرمائی لجائی کونوں میں چھلکتی مدھاتی اداؤں والیاں اور ہر ایرے غیرے کے بازو میں بازو ڈال کر اپنے آپ پر یقین رکھنے اور کسی سے بھی نہ ڈرنے والی بے اختیار جام پر جام لنڈھانے والیاں۔ سب طرح کا جمگھٹا تھا۔

''اپنے آپ کو اس مجمع میں گم کر دو۔'' میرے دوست نے کہا اور پھر مجھے ایک کونے میں کھڑا کر کے وہ کہیں غائب ہو گیا۔

''سیکس کو کیا سمجھتے ہیں صاحب۔'' مردوں کے دائرے میں گھری کسی عورت کی آواز آئی۔ ''سب کچھ سب کچھ۔'' اپنے جام ٹکرانے کے بعد انہوں نے کہا۔ چھت میں بتیاں ستاروں کی طرح جڑی تھیں کمرہ دھوئیں سے اندھا اور روشنی کے باوجود عجیب اداس اداس سا تھا۔ کسی نے جام میرے ہاتھ میں تھما دیا پھر اسے بھر دیا اور میں کونے میں ایک خالی میز پر جا بیٹھا۔ سانسوں جسموں کی مختلف مہکیں ملی ہوئی تھیں عجیب بوجھل فضا تھی۔ جام چمک رہے تھے لوگ مسلسل باتیں کر رہے تھے ہنس رہے تھے۔ آرکسٹرا کوئی دھن بجا رہا تھا جو بیک وقت نئی بھی تھی اور پرانی بھی لہروں کی طرح بہا کرلے جانے والی۔ ناچنے والوں کے جسموں سے یہ موجیں ٹکرا رہی تھیں۔ روشنیاں مدھم ہوتے ہوتے ہوئے گم ہوتی لگتی تھی۔''

''تم پی کیوں نہیں رہے۔'' کسی نے میرے قریب آ کر کہا۔ ''اکیلے ہو کیا؟ اوہ عاصم تم ہو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم یہاں ملو گے۔ پیو نہیں ایڈا میں نہیں پیتا! میں نے بھرے ہوئے جام کو پرے دھکیل دیا۔

''سنو پیو ہو سکتا ہے یہ شب لوٹ کر نہ آئے۔ کچھ بھی لوٹ کر نہیں آتا زندگی پلوں کے نیچے سے تیزی سے بہنے والے پانی کی طرح ہے اور دیکھو سرخ شراب میں نرمی اور گھلاوٹ ہوتی ہے۔'' اس نے اپنا جام خالی کر دیا۔

رسیاں جب رگوں میں اترتا ہے تو لگتا ہے تم قدیم یونانی دیوتاؤں کی شراب پی رہے ہو۔''

''میں تمہارے علم کے سامنے ماتھا ٹیکتا ہوں۔''

''نہیں تم صرف میرا مذاق اڑا رہے ہو سبھی میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ پیٹھ پیچھے مجھ پر ہنستے ہیں اور میں سب کا مذاق اڑاتی ہوں۔ خدا کا اور

انسانوں کا تمہیں میری ہمت کا اندازہ ہے۔؟''

''میں غلط اندازے لگانے کا ماہر ہوں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔''

''شرابوں کے متعلق میرا علم اتنا مکمل ہے کہ تمہیں حیرت ہو گی۔

''اب مجھے کوئی شے حیران نہیں کر سکتی۔تمہارے گم ہو جانے کے بعد سے نہیں۔''

''سر پیچھے ڈال کر وہ ہنسی رہی یوں، جیسے کوئی چیخوں کو رونے کی کوشش میں لگا ہو۔شاید وہ نشے میں تھی۔

''میں ساری رات پی سکتی ہوں اور نشہ مجھے نہیں ہو سکتا میں نشے کو ہو جاتی ہوں۔''

''ایسا ہونا ممکن ہے۔''میں نے سر جھکا کر کہا۔

''تمہاری باتیں بہت کھوکھلی ہیں جیسے اندر گرہیں ہی گرہیں ہوں گھٹن ہی گھٹن ہو۔''

میں کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔پورا چاند بالکل اکیلا اپنے زرد ہالے میں سے نیچے زمین کی طرف جھانک رہا تھا ہوا میں باس تھی پھولوں کی رات کی رانی کی پوہندی گلابوں کی۔

صاحب خانہ کے ساتھ وہ پھر میری طرف آئی۔

میں نے مڑ کر ان کی طرف دیکھے بنا کہا۔''باغ بہت خوب صورت ہے۔''

ایڈا ہمیشہ خوب صورت لوگوں کو اپنا دوست بناتی ہے جو اچھی چیزوں کی تعریف کر سکیں اسے سمجھنے کا سلیقہ اور ذوق رکھتے ہوں مگر مجھے افسوس ہے آپ پیتے نہیں ہیں۔پتہ نہیں کیوں اگر برا نہ مانیں تو ذرا سی چکھ لیں۔آج جاتے سال کی آخری رات ہے۔

''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو میں اسے سنبھال لوں گی۔''ایڈا میرے برابر کھڑی ہو گئی۔میزبان نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور رخصت چاہی۔

''تم بولتے نہیں ہو کیا خفا ہو۔''اس نے خاموشی کو توڑنے کے لیے یونہی بات کرنے کے لیے کہا۔

''نہیں میں تو تمہیں جانتا تک نہیں خفا ہونے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔''میں سوچ رہا تھا کہ چلو اچھا ہوا اس اجنبی رات میں اجنبی جگہ میں وہ مجھے مل تو گئی۔

''تمہاری خاموشی اور ایسی باتیں میرے اندر ہلچل سی مچا دیتی ہیں۔سوال کرنا تو جیسے تم جانتے ہی نہیں ہو اور تمہاری یہی ادا مجھے دیوانہ بنا گئی ہے۔''

وہ میری طرف جھکی ہے تو مجھے واقع دیوانی لگی۔

''پی لو ذرا سی ہی سہی میری خاطر۔'' اس نے ہاتھ پکڑا جام میری طرف بڑھایا۔

میری طبیعت اتنی بوجھل ہوگئی تھی ایک دم کہ میں اس کا ہاتھ پرے بھی نہیں ہٹا سکا جیسے کسی نے مجھ پر جادو کردیا ہو۔

''بے بی پی لو نا ایک گھونٹ ہی سہی۔'' وہ اور جھکی۔

''شٹ اپ۔'' میں نے زور سے تقریباً چیخ کر کہا۔

ہاتھ ہٹا کر وہ بہت سنجیدگی سے میری طرف دیکھنے لگی اچھا تو تم بول بھی سکتے ہو۔بخدا مجھے اپنی بے عزتی گوارا ہے۔مگر تمہارا یہ گونگا بہرا پن تو دور ہوا۔

''ایڈا تم ایسی کیوں ہو۔'' میں بدستور کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جہاں صدیوں پرانا چاند جانے کب کے بنے آسمان پر سے کیڑوں کی طرح کلبلاتے اور اپنے کو خوش کرنے کی مضحکہ خیز کوششیں کرتے ہوئے انسانوں کو نہایت بے نیازی سے دیکھ رہا تھا۔

''آؤ کہیں بیٹھ جائیں پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں ایسی کیوں ہوں مجھے ایسا ہی ہونا چاہیے بھلا میں کوئی دوسروں سے الگ ہوں تم میرے معمولی لباس کی وجہ سے جس کی مجھے پرواہ نہیں ہے سمجھتے ہو کہ میں ضرورت سے زیادہ بہکتی ہوں نہایت بیباک ہوں جس طرح جی چاہے گفتگو کرتی ہوں اور مجھے آئندہ کا خیال نہیں میں کسی سے ڈرتی نہیں یہی باتیں ہیں نا؟''

میں اتنے بہت سے سوال نہیں پوچھنا چاہتا میں تو صرف یہ جاننا چاہوں گا کہ تم نے مجھے اپنے مزاج کا نشانہ کیوں بنا رکھا ہے۔''

''اوہ بے بی کم آن تم کو پتہ ہے میں تمہیں عاصم کی طرح سمجھتی ہو۔آؤ'' اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف بیٹھنے کے لیے کسی جگہ کی تلاش میں چلی'' میں بھاگ نہیں جاؤں گا بس میرا ہاتھ چھوڑ دو۔''

''ایڈا۔ایڈا۔'' کئی آوازیں ایک ساتھ آئیں اوپر ہمارے ساتھ نیا سال مبارک ہو۔نیا سال مبارک لیے خوشیاں لائے۔دور کہیں شور کے اوپر سے گھنٹیوں کی صدا آئی جام ٹکرائے سنہری سیال سے بھرے ہوئے شیشے اٹھے صراحیاں لڑھکیں بھلا نیا سال ان کے لیے کیا لانے والا تھا کون بتا سکتا تھا۔

لوگ ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے اور پرانا سال زخم خوردہ سپاہی کی طرح وقت کے مورچے میں بے ہوش ہوگر گیا تھا۔ہنستے ہوئے مدہوش آدمی ساڑھیوں کے کھسکتے پلوؤں کو سنوارنے کی ادھوری کوشش میں عورتیں اندر بے پناہ گھٹن تھی سٹیج پر لڑکھڑاتی لکنت بھری آواز میں کوئی کچھ کہہ رہا تھا پھر پردہ اٹھا اور گھنگروؤں کی تال پر سج سج ہلکورے لیتی کشتی کی طرح ایک لڑکی جمع نو کی خوش خبری بنی

سامنے آئی۔ میں باہر نکل آیا۔ ''تم جا کیوں رہے ہو ٹھہر جاؤ نا۔

میں مصروف ہوں۔ اناؤنسمنٹ کے لیے کسی سے کہہ دوں۔

میں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ دوست جن کے ساتھ میں آیا تھا اس مجمع میں گم تھے اور سواری کا مسئلہ بہر حال تھا۔ یہ جگہ ہوٹل سے تقریباً پانچ میل تو تھی۔ سردی کا شباب تھا اور چاندنی کے باوجود سڑک پر بکھرے سایوں سے اکیلا آدمی خوف زدہ ہوتا ہی ہے۔

ہوا میں خنکی اسے رہ رہ کر کانپتے دیکھ رہی تھی وہ ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور پھڑ پھڑاتے پلو کو اپنے گرد لپیٹنے میں لگی تھی۔ اس کے بازو بہت ہی کمزور تھے جسم کے خطوط دلاویز بھی نہیں تھے اور ادھورے جیسے کھینچنے والے نے انہیں مکمل نہ کیا ہو مصور نے پہلے اسے ایک اچھوتا خیال سمجھ کر بنانا شروع کیا اور پھر یونہی چھوڑ دیا۔ تنہائی اور رنگوں کے اس پس منظر میں وہ مجھے بہت مبہم لگی۔ مٹتی ہوئی بے رنگ سی پہلے تو تم یہ جاننا چاہو گے کہ میں ہوٹل سے بنا نہیں بتائے کیوں آ گئی تھی مجھے کسی سے کچھ کہنے سننے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اماں آئیں اور بس گھیر گھار کر مجھے لے گئیں پھر ہنس کر کہنے لگی ہوٹل کا بل ادا کرنے کا بھی مسئلہ تھا انہوں نے وہ بھی دیا۔ تمہیں معلوم ہے اگر وہ نہ آتیں تو میں تم سے مدد کرنے کو کہتی سولہ سو روپیہ تو کجا میرے پاس تو کبھی سولہ روپے بھی نہیں رہے ہتھیلی میں سوراخ سے جو آتا ہے خرچ کر دیتی ہوں جو کمائی ہوں اڑا دیتی ہوں جوئے بازوں کی سی فطرت ہے میری۔'' اس نے سگریٹ پاؤں تلے مسل دیا میں اندر سے کانپ گیا بخدا وہ اگر کہتی تو میں مجبور ہو جاتا۔ اب تک مجھے ایک ذرا سی بات کا بھی پتہ نہیں تھا اور اس کے باوجود میں اس کا حکم ماننے کے علاوہ اور کیا کر سکتا۔ وہ میرے لیے بنا چہرے کے ایک ہیولے کی طرح تھی۔ جو سایوں سے نکل کر ساری جمع جمائی زندگی میں کھنڈت مچا دے۔

اندر سے کسی نے پکارا ایڈا۔ ایڈا ابھی کہاں ہو تم۔ آواز پھٹی پھٹی اور کھردری تھی۔

''یہاں ہوں۔'' اس نے ستون کے ساتھ لگے لگے جواب دیا۔ پھر میری طرف مڑ کر کہنے لگی۔ ''بے بی لوگ تم کو اور مجھے اکٹھے دیکھ نہیں سکتے۔ جانے کیا سوچتے ہیں۔ اچھا سو لونگ میں چلوں وہ ڈرنکس کے لیے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور تم تو پیتے بھی نہیں ہو۔'' تھوڑی دور گئی مڑ کر آئی اور کہنے لگی میں کل آؤں گی اور تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گی۔ تمہارے ذلیل ہولٹ میں ہی کہیں باہر چلیں گے۔ کہیں نیم تاریک خاموش سے ریسٹوران ہیں۔ تصویروں کی ایک نمائش ہو رہی ہے وہ بھی دکھاؤں گی تمہیں۔ اب مجھے خیال آتا ہے تم اس شہر میں نو وارد ہو اور میں نے تمہارے ساتھ نہایت سرد مہری کا سلوک کیا ہے۔'' اور وہ بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی کہیں

دور گھڑیال نے تین بجائے میں بڑے کمرے کے ساتھ چھوٹے سے کمرے میں صوفے پر نیم خوابیدہ تھا جب دوستوں نے مجھے ڈھونڈا اور ہم واپس ہوئے۔

تصویروں کی نمائش سردیوں کی نیم گرم سہ پہر میں بہت اچھی لگی۔ وہ مجھے لینے آئی تھی دفتر سے لوٹا ہوں تو رات کے واقع کو بد خوابی سمجھ کر تقریباً بھول چکا تھا اور پھر اس کا آنا پتہ نہیں کیوں مجھے ان ملاقاتوں میں لگنے لگا تھا کہ وہ جو کچھ ہے اس کے سوا دکھائی دیتی ہے اس کی شخصیت میں کوئی رخنہ ہے کہیں کوئی کمی ہے یا پھر زیادتی لوگ اسے پسند کرتے ہیں اس کے باوجود وہ پراسراری سے بھولے ہوئے گیت کی کوئی دھن سلیٹی کی طرح بجاتے ہوئے جب میں کمرے میں گھسا ہوں تو وہ پلنگ پر دراز تھی۔ میں دروازے میں پتھر بن کر کھڑا رہ گیا۔

بی بی اس نے کمبل سر کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ ''میں صبح سے تمہارہ راہ دیکھ رہی ہوں۔ رخشندہ کے ہاں سے میں گھر نہیں گئی تھی یہاں گئی۔ کمرہ صاف ہو رہا تھا میں نے اسے باہر نکال دیا۔ رات کی تھکن کو کہیں تو اتارنا تھا نا۔'' مزے میں خرخر کرتی بلی کی طرح اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

جی چاہا دیوار سے سر پھوڑوں وپ مجھے کیا سمجھتی ہے خدائی خوار لوفر پیشہ ور عاشق اس کی اداؤں پر ریجھ جانے والا اس پر نہیں اپنے پر غصہ آیا غصے کے مارے مجھ سے ایک لفظ نہیں بولا گیا۔ اس نے پھر آنکھ کی جھری میں سے مجھے دیکھا۔ بھئی کھڑے کیا کر رہے ہیں جلدی سے منہ دھو لو کپڑے اگر بدلو تو ٹھیک ہے ورنہ یہی چلیں گے کوئی برے نہیں ہیں اچھے اسمارٹ لگ رہے ہو۔

میں نے غسل خانے کے آئینے میں جا کر اپنی شکل دیکھی کیا میں اتنا بیوقوف لگتا ہوں۔ وہیں تپائی پر بیٹھ کر میں نے بوٹ کھولے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس حرکت کو کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ سوچنا بھی ناممکن تھا۔ بیرہ کیا کہے گا ہوٹل کے باقی لوگ کیا کہیں گے۔

''کیوں بھائی کیا خواب دیکھنے لگے ہو نمائش میں جانے کا ارادہ نہیں ہے کیا۔'' اس کی سوئی ہوئی آواز سنائی دی۔ ایک دم جاگ کر جیسے میں نے سوچا اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ فوراً باہر چلا جائے۔ باہر جا کر میں اسے اس حرکت پر برا بھلا کہہ سکتا ہوں۔ اپنی شہرت صدر ہا اور باتیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

''عجیب لڑکے ہو تمہارے پاس روز نہیں ہے کوئی ڈھنگ کی خوشبو نہیں ہے۔ اب بھی میرے پاس پیسے ہوئے تو یہ سب چیزیں تمہیں تحفتاً دوں گی مجھے دوستوں کو تحفے دینا بہت اچھا لگتا ہے۔ اور پھر تم۔''

باتیں کرتے کرتے اس نے میری طرف دیکھا میں نے آنکھیں جھکا لیں بوٹ ٹھیک کرنے لگا اور اس نے جلد جلد بالوں میں اوپر سے کنگھی کر کے پرس پکڑا۔ بے بی یہ پرس تو خالی ہے اس نے اسے دوبارہ میرے پلنگ پر پھینک دیا۔

''خالی ہونے کی کوئی بات نہیں تم اسے لیتی چلو۔'' میں نے پرس اس کے ہاتھ میں ٹھونس دیا۔

بادل نخواستہ اس نے اسے پکڑ لیا ہم باہر نکلے۔

ٹیکسی میں بھی میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی اصل میں حیرت کے مارے اور کچھ سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا لگتا تھا مجھے سکتہ ہو گیا ہے۔ میں نے یہ امید کبھی نہیں کی تھی کہ میری ذرا سی بزدلی اس کی اتنی جسارت کا سبب بن جائے۔ یہ تو پیشہ ور کال گرل کے طریقے ہوئے بلکہ اسے بھی کمتر جیسے وہ جال کو میرے گرد تنگ کھینچ رہی ہو مجھے پھنسانا چاہتی ہو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا۔ میں کوئی رئیس زادہ نہ تھا۔ تنخواہ تھی جس کا بیشتر حصہ گھر بھجوا دیتا تھا۔ میری ذمہ داریاں تھیں بہن بھائی تھے اماں تھیں میرے لیے انہوں نے بہت دکھ اٹھائے اس جگہ پہنچانے میں ان کا حصہ تھا انہوں نے ہی مجھے وہ بنایا تھا جو میں ہوں۔ رنگوں اور شکلوں کے اس میلے میں پہلی بار مجھے اپنے کم علم ہونے کا احساس ہوا لوگ نہایت سنجیدگی سے بروشر لیے تصویروں کو دھیان سے دیکھ رہے تھے ان کے مطلب سمجھنے میں لگے تھے تجریدی آرٹ یوں بھی کبھی میرے پلے نہیں پڑا۔ اس کی باریکیاں میں کہاں جان سکتا ہوں۔ ہیلو ہیلو بہت سی آوازیں ایک ساتھ آئیں تمہیں بھی نمائش دیکھنے کی فرصت مل گئی ہے وہ دوستوں کے نرغے میں تھی جان پہچان والے لوگوں کے درمیان میں الگ سے ان لمبی گیلریوں اور راہداریوں میں پھرنے لگا۔

بولتی ہوئی تصویروں تمہارے آر پار دیکھتی ہوئی نگاہوں چپ چاپ اور بہت کچھ کہتی آنکھوں کا بازار سجا ہوا تھا۔ عجیب و غریب اور بے حد معمولی احتیاط سے استعمال کئے ہوئے اور بہائے ہوئے رنگ اندھیرے کا احساس دلاتی ہوئی روشنیاں اور روشنیوں کا نشانہ بتاتے ہوئے اندھیرے۔

''ادھر آؤ میں تمہیں ایک تصویر دکھاؤں ایک خاص تصویر جو زمانوں سے اس نمائش میں سجتی ہے اور پھر اتار کر رکھ لی جاتی ہے۔''

وہ میرے برابر چل رہی تھی۔

''اس تصویر میں کوئی خاص بات ہے کیا کوئی راز؟'' میں آگے چلنے کی کوشش کر رہا تھا اس سے علیحدہ ہونے کی پتہ نہیں وہ کب تک اپنے آپ کو مجھ پر مسلط رکھے۔ میں اسے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

''بے بی آخر بھاگ کیوں رہے ہو کیا تمہیں اس تصویر میں دلچسپی نہیں ہے؟

میں اس کے برابر چلنے لگا۔ ساری ان کہی باتیں میرے دماغ گھومتی رہیں۔

یہ ایک جوان ہوتے لڑکے کی شبیہ تھی مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نہیں لگی۔ یا پھر مجھے پتہ ہیں نہیں چلا وہ خاموش چپ چاپ عبادت کرنے والوں کی طرح سر جھکائے اس کے سامنے کھڑی رہی ہیں میں اگلی تصویروں کی طرف بڑھ گیا۔ دیر تک گیلری میں گھومتا رہا۔ سوچا آنکھ بچا کر نکل جاؤں پھر باہر برآمدے میں رک گیا میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بادل گھرے ہوئے تھے سیاہ دھوئیں کی چاروں کی طرح ایسا اندھیرا پھیلا تھا جو خوشی میں دل کے اندر روشنی کردے۔ جی چاہتا تھا بھاگ جاؤں اور سردی میں سڑک پر ہوا کے رخ ہوا کے ساتھ اڑنے لگوں مگر ہم ٹیکسی میں بیٹھے تھے وہ میرے برابر پچھلی سیٹ پر بالکل خاموش تھی۔

''کہاں جانا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''کہیں بھی۔''

''آخر کہیں تو! ٹیکسی والے سے کیا کہوں۔'' مجھے پھر غصہ آنے لگا۔

''کسی ریسٹوران میں جہاں چائے مل سکے کھانا مل کے اور خاموشی ہو۔ کچھ کھائے ہوئے تقریباً چھتیس گھنٹے ہو گئے ہیں۔ وہ پھر مراقبے میں چلی گئی بنا کچھ کہے جیسے میرے وجود سے بے خبر وہ کھانا کھاتی رہی آہستگی سے یادوں میں کھوئی ہوئی اپنے آپ سے باتیں کرتی ہوئی دنیا کو بھول ہوئی میں کیا اس کا محافظ تھا۔

تم چائے تو پی سکتے ہو میں نے اپنے آپ سے کہا آخر اس قدر گھمبیرتا کی کیا ضرورت ہے یہ ایسا سانحہ ہے جس پر بعد میں اور لوگوں کے ساتھ تم ہنسو گے بلکہ اب بھی ہنس سکتے ہو اور میں ہنسنے لگا۔

''بری بات بڑوں پر نہیں ہنستے۔'' اس نے آنکھیں اٹھائے بنا کہا چائے پی لو پھر مجھے گھر پہنچا آنا اور تم اپنے ہوٹل جا سکتے ہو۔

باہر نکلے میں سیاہ رات نے اور سردی نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔'' مے بی مجھے اپنا کوٹ دے دو۔'' میں جتنا چڑتا تھا وہ مجھے چڑاتی تھی اس لیے اس کے بے بی کہنے پر میں نے احتجاج کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بہت دیر ہم یونہی سڑکوں پر چلتے رہے گی ہوئیں ہمارے پاس سے گزر گئیں ٹیکسیاں زن سے نکلتی چلی جاتیں میرے دانت بج رہے تھے بغلوں میں ہاتھ دیئے میں اپنے کو کوس رہا تھا کس مخمصے میں پڑ گیا تھا میں۔

''اوہ اوہ۔ جوتا کاٹ رہا ہے۔'' اس نے پاؤں کو دبانا شروع کیا عین سڑک کے درمیان بیٹھ گئی۔''

خدایا میں نے سوچا اب کیا ہوگا۔ ''تم جاؤ بے بی میں اب اور نہیں چل سکتی مجھ سے نہیں چلا جاتا۔'' یہ عورت جو کہتی تھی کہ پیدل

چلنا اس کی مجبوری ہے سارا دن سائٹ کی تلاش میں مارے مارے پھرتا۔

ہوں اب نزدیک تھا تقریباً ایک فرلانگ پرے وہ سارا بوجھ میرے کندھے پر ڈالے تھے بھکاریوں کی طرح ہم قدم قدم روکتے ہوئے ہولے فاصلہ طے کر رہے تھے۔

لفٹ میں وہ میرے ساتھ ہی سوار ہوگئی۔ کمرے کے دروازے پر میں نے کہا۔ ''اچھا خدا حافظ۔

مگر مجھ سے پہلے وہ اندر تھی۔'' ایسی سرد رات تو کوئی کسی کتے کو بھی ایسے نہیں دھتکارتا اور تم مجھے خدا حافظ کہہ رہے ہو۔''

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا لگا آنسو میری آنکھوں میں تیزی سے بھر رہے ہیں۔

غسل خانے سے باہر نکل کر اس نے کہا'' تم بیچارے مجھے تم پر ترس آتا ہے مشرقی گھروں کے لڑکے کو بھی لڑکیوں کی طرح شرمیلے ہوتے ہیں۔''

زمانوں سے میں نے کسی سے بات نہیں کی مطلب ہے اپنی اور شیر علی کی باتیں تم سننا پسند نہیں کرو گے کیا؟''

سگریٹ کا لمبا سا کش لے کر وہ صوفے پر گھٹنوں کو سکیڑ کر لیٹ گئی۔ مجھے روشنی کا سیدھا آنکھوں میں پڑنا سخت ناپسند ہے۔

مگر میں نے بتی اسی طرح جلنے دی۔

''ٹھیک ہے یہ تمہارا کمرہ ہے اور تم بتی جلائے رکھنے کا ہر حق رکھتے ہو تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ۔''

بہت سی گالیاں سنی ہوئیں اور لاشعور میں بھولی بسری زبان پر آتے آتے رہ گئیں اس گھڑی مجھے لگا جو لوگ گالی دیتے ہیں ان کا صبر آزمایا جاتا ہوگا آخر کب تک۔

کیسا عمدہ لگے سرد رات گرم کا کافی کا بھاپ اڑاتا پیالہ خواب آگیں فضا ہو جائے دانت پیستے ہوئے میں نے کافی کا آرڈر دیا مرنے والے کی طرح میں نے دل میں کہا بیرہ جو بھی سوچے اسے سوچنے دیا جائے اب کیا علاج ہو سکتا تھا یہ مصیبت بہر حال تو تھی۔

''ہاں تو شیر علی کی کیا کہانی ہے اصلی یا فرضی۔'' کمبل لپیٹ کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا رات گزارنے کے لیے اپنی طرف سے تیار ہو کر۔

''تم نے یہ کیوں ہے۔'' وہ لیٹے لیٹے ذرا سی آنکھ کھول کر بولی۔'' جب تمہیں یقین ہی نہیں نہ میری ذات پر اور نہ ہی جو میں کہوں اس پر تو پھر کیوں سنتے ہو۔''

''رات گزارنے کے لیے اور کیا کیا جائے آخر۔'' میں چاہتا تھا وہ کسی طرح بے عزتی سمجھ کر وہاں سے جائے۔

''بس شیر علی تھا اور نہیں رہا۔ نہ جانے کہاں چلا گیا زمین اسے نگل گئی یا آسمان نے اسے اٹھا لیا میرا منگیتر تھا وہ'' پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ آج جو تصویر تم نے دیکھی وہ اس کی تھی۔

مگر اس کی پینٹنگ وہاں کیسے لگی ہوئی ہے تمہارے پاس کیوں نہیں منگیتر تو وہ تمہارا تھا۔

''وہ بہت اچھا مصور تھا اور بہت بڑا۔''

''تم ماضی کے صیغے میں کیوں بات کر رہی ہو۔ لوگ ادھر ادھر چلے جایا کرتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں اپنی بے یقینی سی میں نے پوچھا کتنے عرصے کی بات ہے یہ۔''

''دس سال ہو گئے ہیں۔ دس سال اور کچھ مہینے میں اس کے جانے کی تاریخ سے ایک ایک ساعت گنتی ہوں۔ اب آئے گا تو مگر وہ آئے گا ہی کیوں کہیں کسی اور ملک میں کسی اور دیس میں کسی اور کے بازوؤں میں ہو گا اور میں یہاں برہن بنی اس کی یاد میں جی رہی ہوں۔ کبھی کبھار دل چاہتا ہے خودکشی کر لوں پھر موہوم سی آس مجھے پیچھے ہٹاتی ہے میرے ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔''

سامنے لیٹی اس عورت کی صداقت اور استقامت اس کی بہادری یقیناً قابل تعریف تھی۔ میں نے بڑی عقیدت کی نظروں سے اس کی طرف دیکھا احترام سے میرا سر جھک گیا۔

''وہ آخر کہاں جا سکتا تھا کہاں چلا گیا۔ تمہیں کچھ تو پتہ ہو گا۔''

ایک دن میں اس کے سٹوڈیو گئی مل کر ہم پرانی کتابوں کی کھوج میں نکلنے والے تھے نوادرات جمع کرنے کا خبط تھا۔ گاؤں میں پتہ چلا تھا کسی شخص کے پاس بزرگوں کا کتب خانہ ہے اور وہ اسے ضائع کر رہا ہے بھلا پرانی عربی فارسی کی کتابیں نئے زمانے میں کس کام کی ہیں۔ متروک ہوئے علوم کو کون پڑھتا ہے کسی کے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ وہ بیٹھے اور انہیں کھنگالے حاصل بھی کیا ہوتا ہے۔ میں یہ شوق بیگار سمجھتی تھی مگر کہہ نہ سکتی تھی۔ اسے اور بھی بہت سے شوق تھے عجیب و غریب لوگوں سے ملنا بڑی پر اسرار زندگی! اسی پر اسراریت نے پہلے پہل مجھے اس کی طرف لگایا۔ بے بی میں نے اس کی پرستش کی تھی ہر لحظہ وہ ایک نیا انسان ہوتا تھا بے چین شعلے کی طرح تابناک اور بے حد خوبصورت تم نے اس کی آنکھیں دیکھی ہیں ایسی خواب لیتی اور پھر بھی جاگتی ہوئی۔ مجھے کبھی کبھی لگتا جیسے میرے خواب مجسم ہو گئے ہوں۔

بہت دیر وہ چپ رہی سامنے پڑی کافی پر ہولے ہولے جھلی سی آتی گئی رات اپنے گھنگھروؤں اور سازوں سمیت ناچ کر تھکتی جاتی تھی۔

جب میں گئی ہوں تو وہ نہیں تھا۔ میں بیٹھی رہی اندر آتی دھوپ میں تصویروں کی آنکھیں مجھے اپنی طرف گھورتی لگتی تھیں۔ تھک کر میں نے اپنی پسند کے موسیقی کے ریکاڈ بجانے کے لیے گراموفون کا ڈھکنا سرکایا لکھا رکھا تھا۔

''ایڈ امیرا انتظار نہ کرنا۔ جانے اب کب ہماری ملاقات ہو اور ہو بھی کہ نہیں۔ میری خواہش ہے۔ تم زندگی کے دل میں رسو بسو اور سکھی ہو اس نے آنکھیں بند کر لیں کمبل کو سر پر کھینچ لیا جیسے دنیا کے دروازے اپنے پر بند کر لیے ہوں۔

میں نے بتی بجھا دی اور بستر پر چلا گیا۔ جاگتا اور سوچتا رہا کہ دل پتہ نہیں کیا شے ہے یہ ٹکڑا خدا نے آدمی کے سینے میں اسے بے پناہ اذیت دینے کے لیے آخری کیوں لگایا ہے۔

رات کے پچھلے پہر میری آنکھ ایک دم کھل گئی جیسے نیند کی چادر کو کسی نے زبردستی کھینچ لیا ہو وہ میرے پہلو سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھی بے بی مجھے اکیلے سونے کی عادت نہیں اس نے زیر لب کہا ذرا پرے ہٹو تھوڑی سی جگہ دو۔ میں تڑپ کر اٹھا تو بجلی کی سی تیزی سے اس نے مجھے گھسیٹ لیا دفتر جانے کے لیے تیار ہوا ہوں تو ہاتھ کانپ رہے تھے ٹائی کی گرہ ٹھیک نہیں بندھ رہی تھی آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ عجیب کیفیت تھی اپنے وجود سے شرم آ رہی برہنگی کا احساس تھا اور رگوں میں خون سن سن کر کے سر کی طرف دوڑتا تھا سوچتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا۔

کلرک اور لوگوں کے ساتھ مصروف تھا میں چابی کا کہے بنا آنکھ کر بچا کر باہر آ گیا۔ دفتر کو ن کر کے کہ میں ضروری کام سے جا رہا ہوں اسٹیشن چلا آیا۔ اسٹیشن سے میں نے ہوٹل فون کیا سامان میرے دفتر کے پتے پر بھجوا دیا جائے اور ایسی ضروری ہدایات دیں۔ دن کی روشنی پھیلی اور بے کیف تھی۔

بہن بھائیوں کی محبت شفقت ماں کی دلداری نے مجھے اپنے صلح سے کرنے میں مدد دی پندرہ دن کے بعد میں واپس آیا اور مستقل اپنے دفتر کے ایک کمرے میں رہنے لگا۔ زلزلے کے بعد کی حالت کو درست کرنے میں بھی کافی دن لگ گئے میں اپنے سائے سے بھی ڈرنے لگا تھا سڑکوں نکلتے ہوئے گھبراتا تھا مبادا وہ کہیں دکھائی دے جائے۔ مجھے پھر پکڑے میرے ساتھ لگ جائے۔ سب سے زیادہ مصیبت تو یہ تھی کہ کسی سے بات کر کے میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا نہیں کر سکتا تھا۔ بخار کی طرح یہ خیال مجھے پکڑے رکھتا۔ دوست کتنے نہ کوئی کام کرتے ہو نہ سوچتے ہو شاید ہو کیا گیا ہے تمہیں میں ہنس کر چپ ہو رہتا۔

منیر نے ایک دن مجھے پکڑ لیا۔'' سچ سچ بتاؤ کیا ہوا ہے گم شدہ ہو گئے ہو ختم ہو گیا؟ کب سے عشق کر رہے ہو ہمیں بتاؤ نا۔ دوستوں سے اتنی پردہ داری ٹھیک نہیں آدمی اکیلے اکیلے یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔ بوجھ کو بانٹ اور ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں یقین کرو ہم

تمہیں برا بھلا نہیں کہیں گے۔

میں نے اسے ایڈ کا بتایا رک رک کر ٹھہر ٹھہر کر جیسے گرنے سے بچ رہا ہوں۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ''تو تم آتے ہی اس دیوانی عورت کی مٹھی میں آ گئے۔'' اور ہمیں تم نے ہوا تک نہ لگنے دی۔ اس سارے معاملے کی تم اس نے پھانسی لیا شکل سے تو اتنے بیوقوف نہیں لگتے مگر ہو بہنی نا تجربہ کار ہونا۔ اور تم اندر کیوں گھسے رہتے ہو ساتھ چلا کرو اکیلا پن تو اچھے بھلے سوچنے والے کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔

ہم ایک نئے ریستوران میں بیٹھے تھے جو اس ہوٹل کے بیس منٹ میں تھا۔ صرف کنوارے لوگوں کو اس میں داخلے کی اجازت تھی۔ آرکسٹرا بج رہا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں نیم تاریکی میں قدم سے قدم اور چہرے سے چہرہ ملائے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ ایک جسم کہاں سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا کہاں ختم پھر کسی نے اشارہ دیا موسیقی کی دھن بدل گئی ساز ہولے ہولے دھیمے سروں کوئی نہایت پرانی گت بجانے لگے تیز تھرکتے ہوئے جسموں کی تال دیتے پاؤں بھی ان لہروں پر جیسے لیتے ہوئے یہ چھوٹا سا ہال ایک آہستہ روندی کی طرح تھا طوفان اور جوش کے بنا۔

منیر نے کہا یار میں بھی ناچتا رہتا ہوں اور وہ اٹھ کر چلا گیا کسی ساتھی کی تلاش میں۔

ہیلو بے بی کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ دھرا زمانوں کے بعد دکھائی دیئے ہو کہاں چلے گئے تھے اور میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔ ہر جگہ تمہارے دفتر میں اور یہ تمہاری امانت ہے میں اسے لوٹانا چاہتی تھی۔

سفید رسٹ واچ مدھم روشنی میں میز پر پڑی اس کے اور میرے درمیان گزرے اور آنے والے وقت کا نشان بنی چمکتی رہی۔

اتنی بہت سی باتیں تم سے کہنا تھیں مگر تم بولتے ہی نہیں ہو خیر خیر بے بی شرمندہ ہونے کی کیا بات ہے آدمی تجربات میں سے گزرتا ہی ہے۔''

''شٹ اپ میں نے نہایت آہستگی سے کہا میں تمہیں دیکھنا چاہتا۔'' چلی جاؤ یہاں سے ایک دم۔''

''بہت خفا معلوم ہوتے ہو۔'' اور وہ میز پر سر رکھے رونے لگی زور زور سے جیسے اس کا سب کچھ کہیں لٹ گیا۔ میں نے اس کی بے عزتی کی ہو۔ اور میں رو بھی نہیں سکتا تھا۔

ہاتھ بڑھا کر اس نے خدا کے لیے ایک لارج جن کا آرڈر دو ورنہ میں یہیں ڈھے جاؤں گی تھکن کے مارے شرم کے مارے منیر اس ہلکورے لیتے گروہ میں جانے کہاں تھا اور میرے لیے نجات کی ساری راہیں بند تھیں۔

اپنا گلاس بھرنے کے لیے اس نے ہاتھ اٹھایا تو قہقہات کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ بہت بڑی ایکٹریس ہے یہ خاتون اور میں تو اب مکمل جہنم واصل ہو گیا ہوں۔ ''تم اس رات سے ایک دن بھی زیادہ عمر کے نہیں ہوئے۔'' وہ ذرا ہنسی اس کے پیسے میں خود ادا کروں گی سنا تم نے آج کل مجھے ایک بہت عمدہ سا کام مل گیا ہے۔ اور کام بھی کیا ہے میری ایک بہت سویٹ دوست ہیں اس کے انکل کو پتہ نہیں کیوں حکومت نے کسی کی مخبری پر جیل میں بند کر رکھا ہے بس ان سے ملاقات کے لیے ہر ہفتے جاتی ہوں۔ اتنی دولت کے مالک ہونے پر بھی وہ بے حد سید ھے اور پیارے آدمی ہیں کہتے ہیں جب خدا کو منظور ہو گا انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اس کی ذات پر اتنا بے حد یقین ہے انہیں بیٹے دور دراز ملکوں میں بہت پھیلا ہوا کاروبار ہے۔ فرصت نہیں غوتی کہ باپ سے مل سکیں۔ میں جاتی ہوں تو خوش ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ادھر ادھر کی باتیں پوچھتے رہتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ کوشش کر کے انہیں جیل سے باہر نکالا جائے مگر وہ مانتے ہی نہیں کہتے ہیں ابھی وقت نہیں آیا اور ان کا وہیں رہنا ٹھیک ہے۔ ایک بار ملاقات کے مجھے تقریباً پانچ سو روپے ملتے ہیں۔ سرحد کی جیل میں ہیں زیادہ۔ اور مجھے ہوائی جہاز نے یہ سفر کرنا پڑتا ہے۔

ایک کے بعد دوسرا گلا ختم کر کے اس نے کہا۔ ''بے بی منت سمجھنا میں ہر روز پیتی ہو بس کبھی کبھار اور وہ بھی بہکتی نہیں ہوں سمجھے۔'' جب میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو کہنے لگی ناچو گے؟'' کہنے لگی تمہیں ناچنا کہاں آتا ہوں گا۔ آؤ میں تمہیں سکھاؤں۔'' وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ میں نے زور سے چھڑایا تو وہ پورے قد سے پیچھے گر گئی۔

شرمندہ ہو کر میں جلدی سے جھکا کہ اسے اٹھاؤں مگر وہ بے ہوش تھی یا پھر مدہوش۔ بیرے بھاگتے ہوئے آئے منیر بھی کہیں سے آ کر میرے برابر کھڑا ہو گیا۔

''ایڈا اٹھو۔ تم ہمارے دوست کو چک پھریاں کیوں دے رہی ہو بھائی۔ اسے اتنا بے آسرا مت سمجھو۔''

''اوہ منیر تم ہو'' وہ کرسی کا سہارا لے کر اٹھی۔

ہاں یہ میں ہی ہوں۔ زمانے ہو گئے تم سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔'' منیر نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

کل رات میں ایک دعوت دے رہی ہوں تمہیں پتہ ہے۔ اس نے بوتل اپنی طرف کر لی۔

منیر نے کہا۔ میں اور عاصم کل ماجود ہوں گے میرے خیال میں یہ بھی عاصم ہی ہو گا۔''

ایڈا نے جیسے سنا ہی نہ ہو اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس غار کی سیڑھیاں طے کر کے ہم آئے ہیں تو چاند کہیں بادلوں کی اوٹ سے نکلا تھا اور بھیگی ہوئی ہوا میں نمی نہیں خوشگواری تھی زرد

کرنوں کے جال میں بندھے ہوا کے خیمے اڑے جا رہے تھے۔

''چوتھی سڑک ہے چوراہے سے سیدھے ہاتھ اور ''گولڈ ویو'' کے باہر لکھا ہے۔'' اس نے چیخ کر ہمارے پیچھے کہا۔

''تو کیا تم سنجیدگی سے اس کی دعوت میں جانے کا ارادہ رکھتے ہو واقعی۔'' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ایک اچھی دعوت کو رد کرنا کور ذوقی ہے عاصم۔'' منیر نے میرے کندھے پر ہاتھ دھرا۔

یہ ایسا گھر تھا جس کا خواب دیکھنا بھی مشکل ہے اپنی روشنیوں اور شان و شوکت کی وجہ سے پرانے زمانے کے نوابوں کے محلوں سے کسی طرح کم نہیں باوردی بیرے بے آواز قدموں سے چلتے ہوئے۔ دبے دبے رنگوں اور عمدہ طریقے سے سجائے ہوئے اس محل میں ایڈا کے وجود ہونے کا تو ہم سوچ ہی نہیں سکتے تھے مگر ہمیں جس خاتون نے خوش آمدید کہا وہ سفید بالوں اور عمدہ خدوخال والی بہت ہی مہذب ملکہ کی سی شان والی تھی۔ ''آیئے آیئے آپ ایڈا کے دوست ہیں نا۔''

بہت لوگ نہیں تھے مگر خاصا اچھا مجمع تھا۔ ایڈا کا ایک انکل تھا جو بار بار رومال پر ناک صاف کرتا اور پھر اسے جیب میں ڈالتا تھا۔ وہی رومال نکال کر ہاتھوں میں گولا بناتا تھا اور اپنے گلاس پر جھکا ہوا تھا۔ ایک خاتون تھی جو مسلسل گفتگو کرتی تھی اور چڑیا کی طرح پھدک کر کبھی ایک کے پاس جاتی اور کبھی دوسرے کے پاس لگتا تھا اسے انگریزی بولنے کا بہت شوق ہے گھڑی گھڑی You see کہتی۔ ہاتھ ہلا کر اپنا مطلب سمجھاتی اور جام رکھ کر اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتی تھی۔ جن میں سیاہی اور سرخ کا لہریا روشنی پکڑ کر چمک اٹھتا تھا۔ کچھ لمبے بالوں والے ادھیڑ عمر لڑکے تھے سیاہ عینک لگائے جیسے فلموں کا ہیرو ہو نہایت اسمارٹ ایک شخص تھا۔ جس کے بہت ہی کم ملنے کے باوجود لگتا تھا اگر وہ ملا تو سیمپسن کی طرح کی کرسی کو توڑ دے گا اور یہ شیشہ و جام ہاتھ مار کر بکھیر دے گا۔

ایڈا نے نہایت اونچی چولی پہنی تھی جس کا گلہ بہت نیچا تھا کمرے سے کھلے حصے پر پوڈر کی تہ صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت مضطرب تھی اور اس کی ساڑھی کا پول گھڑی گھڑی گر رہا تھا۔ میک اپ کی وجہ سے کم عمر نظر آتی تھی اور بالوں کے رنگ میں سیاہی نے اس کو دس سال پیچھے کر دیا تھا۔ وہ انکل کے ارد گرد منڈلاتی پھرتی تھی مسکراہٹ سے اسے رجھاتی ہوئی جیسے بس اسے دیکھ کر جینے کے علاوہ کوئی کام نہ ہو۔

میں اور منیر شام سے ایک کونے میں بیٹھے تھے ہمارے ساتھ بیٹھی خاتون کے ترشے بالوں میں مصنوعی لہریئے تھے جو بھیگتی رات کے ساتھ ساتھ اور دلفریب لگنے لگے تھے۔ س کا دہانہ چھوٹا اور باتیں بڑی بڑی تھیں۔ وہ اپنے دنیا کے سفر کا قصہ سنائے چلی جا رہی تھی جب میں پیرس میں تھی جب میں ہانگ کانگ میں تھی۔ منیر مفت کی شراب کو بڑی بے دردی سے لنڈھا رہا تھا اور مجھے ایڈا کی نقل میں

بے بی کہہ رہا تھا وہ تو کب سے لہک رہا تھا اور ہم سے ذرا دور ایک جوڑے میں بہت دلچسپی لینے لگا تھا۔ ابھی تک سب لوگ ذرا لیے دیئے تھے۔ اپنے کو سنبھالے ہوئے۔ انکل نے ایڈا سے کہا۔ ''میوزک کا بندوبست کیوں نہیں ہے۔'' اس کی آواز میں جھگڑا کرنے والے کی سی تلخی ایک نہایت بیہودہ قسم کا گانے والا بلایا اس کا ساز درست نہیں تھا جیسے آوٹ آف ٹیون ہو طبلہ نواز بیمار تھا اور کھانس رہا تھا۔ طے یہ ہوا کہ محفل میں ہر کوئی گائے جس کو گانا آتا ہی نہ ہو وہ بھی کوشش کرے۔ انکل نے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کیا۔ وہ بے ہنگم پھٹی ہوئی آواز میں گانے لگا تو چپ ہی نہیں ہوتا تھا۔ منیر کھڑا کر دیا۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں جھگڑا زیادہ نہ بڑھ جائے ایڈا بھی ایک کے آگے ہاتھ جوڑتی کبھی دوسرے سے کہتی۔ ''میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں منیر ساری فضا خراب نہ کرو۔

میں نے بہت مشکل سے منیر کو چپ کروایا پھر وہ اس مرد سے الجھ پڑا۔ ''آؤ بیوفی آخر ہم سے بھی بات ہو سکتی ہے۔'' اس نے بہت خوب صورت بالوں اور میکسے پہنے خاتون سے کہا۔ آپ کو شاید محفل کے آداب نہیں آتے۔'' اس کے ساتھی نے منیر سے کہا۔

''آداب کس چڑیا کا نام ہے؟'' اس نے خالص غنڈوں والے انداز میں جواب دیا اس عورت کو بازو سے پکڑ لیا۔

''بے بی تم منیر کو سنبھال نہیں سکتے۔'' ایڈا نے منت کی۔

''تم اب میرے دوست کو مزید اپنے مطلب کے لیے نہیں برتو گی۔'' منیر جلدی سے میری طرف آیا۔ ''یہ تم اس کے کان میں میوں بات کر رہی ہو۔'' میزبان کی حمایت میں آدمی منیر کو ڈانٹنے لگے بات بڑھ گئی۔ ایڈا نے کہا۔ ''منیر تم کیا کرنا چاہتے ہو سنبھلو ہوش میں آؤ مجھے شہنا کے یہاں ہونے کا بالکل پتہ نہیں تھا۔''

میں نے کہا۔ یہ تم اتنے جھگڑالو کیوں بنے ہوئے ہو۔''

میں اس کی بے عزتی کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس کی محفل درہم برہم کرنا چاہتا ہوں۔''

''یہ تو تم ویسے بھی کر سکتے تھے۔ مگر تمہاری اپنی ڈگنیٹی۔ اس کا عورت ہونا گھر والے میزبان انکل میری بات کاٹ کر اس نے کہا تم اس حرافہ کو عورت کہتے ہو۔ یہ کون سی شریف گھر دار عورت ہے اور یہ انکل وغیرہ بھی فراڈی ہوں گے۔ تم زیادہ تلخ کیوں ہوتے ہو؟''

ایڈا نے کہا ''میزبانوں کا کچھ خیال کرو جس بڈھے آدمی کو تم نے کالر سے پکڑا تھا وہ گھر کے مالک کا خاص الخاص مہمان ہے تم پہلے تو کبھی یوں نہیں بہکے نہایت تمیز دار مشہور ہو۔''

شہنا اور اس کا ساتھی کہیں غائب ہو گئے تھے۔ کھانے پر بھی بہت کم لوگ نظر آئے۔ کچھ صوفوں پر نیم خوابیدہ تھے صرف ایڈا لوگوں کی خاطر داریاں کرتی پھر رہی تھی۔ کمروں کی لمبی قطار اندھیری تھی اور راہداری میں کوئی روشنی نہ تھی۔ ہم باہر نکلے ہیں تو چاند کا

ایک کونہ ریت میں دبے سکے کی طرح آسمان کے کونے پر چمک رہا تھا۔

''خوب ونگا کیا۔ زیادہ ہی پی گئے تھے تم۔''میں نے سیدھی سڑک پر آ کر کہا۔

''کون پیئے ہوئے تھا؟''میں تو سارے جام پاس پڑے گا گلدان میں گراتا گیا۔''منیر کی ہنسی میں شرابیوں والی لٹک نہ تھی۔

''کیوں آخر کیوں؟ اور پھر دعوت میں جانے کا کیا فائدہ ہوا یہ ساری شام بلکہ رات برباد گئی۔''پچھلے پہر کا چاند بھی ڈوبنے والا تھا۔ تاروں کی ضیا پھیکی پھیکی تھی سپیدہ سحر نمودار ہو رہا تھا۔

''کسی کیوں کا بھی جواب نہی دیا جا سکتا یونہی کبھی کبھار آدمی کو ماضی پریشان کر دیتا ہے اور اپنے اندر کی بے چینی اسے نہایت مضحکہ خیز حرکتیں کرنے پر مجبور کرتی ہے۔''

منیر آیا۔''چلتے ہو ذرا ایک جگہ جانا ہے اس دن کی طرح تمہاری شام غارت نہیں جائے گی۔''

''وہ کئی دنوں کے بعد ملا تھا میں نے اس کی غیر حاضری خوب لمبی نظمیں لکھی تھیں اور خوش تھا اپنے سے مطمئن آدمی تو جہنم میں جانے سے بھی ڈرتا نہیں۔''

''جوتے ذرا چلنے والے پہننا گلیوں میں سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔''

''آج کی مہم کو کیا نام دیا جا سکتا ہے۔''میں نے تسمے باندھتے ہوئے پوچھا۔

ذرا نو اور رات دکھلانے جا رہا ہوں تمہیں اندرون شہر کی زیارت کرنا چاہو گے کیا؟''منیر سیٹی بجاتا ہوا آگے آگے چلا ڈیوڑھی میں کچھ بھی دکھائی۔ نہ دیتا تھا گھنٹی بجا کر خاموش کھڑے رہے پھر گھنٹی بجائی منیر نے بالکل کر گلی میں جھانکا آس پاس کے مکانوں میں کئی سر دکھائی دیئے۔ اندھیرے میں بتی جلی جو ہمارے دکھائی دیتی تھی۔''بیٹے منیر تم ہو اندر آ جاؤ۔''

پھر میں اور منیر ایک اور ڈیوڑھی میں سے گزر کر صحن میں گئے۔ ایک دم کشادگی کا احساس ہوا۔ گملوں میں رنگ برنگ پھول تھے سلیقے سے کیاریوں میں موتیا اور بیلا کی ترشی ہوئی جھاڑیاں کھڑی تھیں ایک انار کا درخت تھا جس میں کلیاں آئی ہوئی تھیں اور پھر قطار اندر قطار نا کھ اور آلوچے کے پیڑ تھے۔ طوطا اور مینا اپنے پنجروں میں بہت بیتاب ہو کر ایک دم بولنے لگے۔''کون ہے کون ہے۔

کسی دالان میں کتا بھونکا۔

''کنک پیڑا ابھی تک کسی کو نہیں پہچانتا اماں سامنے کھڑی خاتون کی طرف بڑھتے ہوئے منیر نے کہا۔

میں وہیں آنگن میں کھڑا تھا۔

''آؤ بیٹے تم بھی آؤ۔'' اماں بولیں ''جیسے منیر ویسے تم۔''

جس کمرے میں ہم بٹھائے گئے اس کی کھڑکیاں اونچی اور بڑی بڑی تھیں گلی میں سے ہوا مسلسل آ رہی تھی دیوان قاعدے سے جھاڑے ہوئے اور ستھرے تھے اور گاؤ تکیوں پر غلاف خوب کسے ہوئے تھے اس روشن کمرے میں بیٹھے ہوئے نیم تاریک ڈیوڑھی اور بیمار روشنی کسی اور گھر کی بات لگتی تھی۔

''چائے پیو گے یا پان کھاؤ گے۔'' انہوں نے تخت پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''اگر ممکن ہو تو دونوں۔'' منیر نے ادھر ادھر دیکھا غور اور تجسس سے۔

''جمال کی تصویر دیکھ رہے ہو گے۔ مجھ سے ٹوٹ گئی۔ فریم ایک دم شیشے سمیت کرچیں ہی ہو گیا۔ ایسا تو میرے پاس کوئی نہیں نا جو بنوا کر لا دے جگہ خالی خالی بری لگتی ہے خود مجھے بھی اور دن ہوتے تو وہم سے میرا جی ہول جاتا مگر اب تو میں وہموں میں نہیں پڑتی۔ ان سے کیا ہوتا ہے الٹا کرچیں تکلیف دیتی ہیں۔ یہاں اتنا سونا ہو گیا ہے۔'' پتہ نہیں ان کا اشارہ کس طرف تھا؟''

میں دھوپ کو دیواروں سے اترتے اور نیچے صحن میں آتے دیکھتا رہا روشنی کا دھارا جو آبشار کی طرح اونچی چھتوں کے درمیان بہہ رہا تھا۔

''پان نہیں کھاتے بیٹے تم۔'' اماں اب میری طرف مخاطب تھیں۔ ''لے لو نا پسند کرو گے۔''

''ہاں بھی اماں کے ہاتھ کا پان تم واقعی پسند کرو گے۔'' منیر نے میری طرف دیکھنے بغیر کہا۔ چائے پی کر بھی ہم بیٹھے رہے میں حیران تھا کہ منیر تو مجھے نوادرات دکھانے لایا تھا۔

''اماں یہ میرے نہایت عزیز دوست ہیں۔'' اس نے انہیں بہت دیر خاموش پا کر کہا۔ انہوں نے سر اوپر اٹھایا۔

''بیٹا تم اپنی سعادت مندی کی وجہ سے شاید میری مصیبت کو سمجھ سکو۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے تمہیں بلایا ہے تم میری مدد نہیں کرو گے تو کوئی جی کامیاب نہیں ہو سکتا۔'' جانے وہ کس کی بات کر رہی تھیں؟''

''اماں اسے سمجھانا اب تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ فاصلے بہت ہو گئے ہیں۔'' منیر نے جواب دیا۔

''میرے لیے تم ایک کوشش اور کر دیکھو وہ اپنا سامان لے گئی ہے اور کہیں مشرق وسطیٰ میں یا جانے کہاں جانے والی ہے۔''

''یہ کب کی بات ہے؟'' منیر فکر مند ہو گیا۔

''ایک ہفتہ پہلے یہی دن تھا دوپہر کو آئی اور اپنا سارا سامان کتابیں تصویریں پرانے جتے تک سب کچھ سمیٹ کر چلی گئی۔

ڈیوڑھی میں جاتے ہوئے کہنے لگی اچھا اماں اب حشر میں ملاقات ہو گی یا نہ بھی ہو تو آپ کو کیا غم۔ دروازہ دھڑ سے بند کیا اور بس اتنا بڑا ڈھنڈار گھر تمہیں تو پتہ ہے میں نے سب بچوں کو اس آفت ماری کی وجہ سے الگ کر دیا ہے۔ کوئی آتا نہیں جاتا نہیں گھر میں اکیلی پڑی ہوں۔ اگر ممکن ہو تو اسے روکو تم سے کچھ دیتی ہے وہ۔"

"اماں میں آپ سے کیسے کہوں وہ پہلی سی بات نہیں بلکہ کوئی بات ہی نہیں میرا اس پر کوئی دباؤ نہیں اسے تو ملے ہوئے بھی زمانے ہو گئے ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے وہ ایک دعوت میں ملاقات ہوئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس خاتون کی بات کر رہا تھا میکسی پہنے اور ڈھیروں میک اپ کئے اس لڑکی جس کا اس نے ہاتھ پکڑا تھا یا پھر کسی اور کی میرا دماغ اس رات کی دعوت اور اس کی بدمزگی کی طرف گیا۔ سب عورتیں لڑکیاں ملگتی ہیں آج کل تو کسی کی عمر کا پتہ ہی نہیں چلتا مصنوعی پلکیں لگائے۔ مصنوعی جوڑوں کے طور مار باندھے ہر خاتون Cosemetic کی کسی کمپنی کا اشتہار لگتی ہے۔ میزبان خاتون منیر تو اس کو پہلے نہیں جانتا تھا ناممکن۔ چڑیا کی طرح پھدکنے اور انگریزی بولنے والی کوئی سوال ہی نہیں۔ اپنے سفر کے قصے سنانے والی ہرگز نہیں اور ایڈا ایڈا تو بالکل ہی نہیں۔ اس ماحول سے نکل کر بھی تھوڑا سا رشتہ تو آخر محسوس ہوتا تو کچھ مناسبت۔ کوئی تعلق۔ ایڈا تو مجھے بے جڑ کی پانی میں زندہ رہنے والی بیل لگتی تھی جسے کسی سے نسب ہی نہیں ہو سکتی۔

پچھلے سال مجھ سے ذرا سی بات پر اختلاف ہوا بس گم ہو گئی دنوں رشتے کے ایک بھتیجے کو ادھر ادھر دوڑایا پتہ چلا ہوٹل میں رہ رہی ہے ملنے گئی تو دھتکار دیا جانے کون کون لوگ جمع تھے میں نے کہا گھر چلو تو دھمکایا اگر پھر یہاں آئیں تو دھکے دلواؤں گی بیروں سے۔" ایسی بے عزتی پر بھی نہ میرے آنسو نکلے اور نہ ہی میں نے دل برا کیا پھر خدا نے میری مدد کی اس کے پاس پیسے ختم ہو گئے تھے سولہ سو روپے کا بل تھا وہ میں نے چکایا اور اسے گھر لائی۔ تم ہی بتاؤ یہ گھر کیا برا ہے میں آنے جانے پر کوئی پابندی اس کے نہیں رکھتی۔ گھر نہ آئے راتوں غائب رہے تب بھی کچھ نہیں کہتی۔ ہر طرح کا آرام مہیا کرنے میں لگی رہتی ہوں مگر اسے تو جیسے اس گھر سے چڑ ہو گئی ہے۔

وہ ذرا ذرا رکیں۔ میں نے سوچا تعجب ہے اس پرسکون آرام دہ ماحول سے وہ اس قدر مختلف ہے یہ گھر تو خاصا خوب صورت تھا پر شکوہ سا مغلوں کے دور کی یادگار حویلی۔

اماں جن لوگوں کے ساتھ اب اس کی دوستی ہے اور جہاں ہر کوئی اس کا انکل اور ہر عورت اس کی دوست ہے پتہ نہیں وہ کیسے ہیں۔ میرا خیال ہے انہی کے ساتھ جاری ہو گی منیر نے کہنے کو کہا۔

''بیٹے لوگ کسی پر یونہی بے فائدہ جان نہیں لگاتے کوئی ایک پائی بھی فالتو خرچ نہیں کرتا۔ میں کہتی ہوں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں۔

''جب پہلے پہ اس کی حالت خراب ہوئی ہے اور یہ ہسپتال گئی ہے تو میں نے صدقے دیئے خیراتیں کیں۔ آدھی آدھی رات کو دعائیں کیں خدا سے گڑگڑا کر رو رو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگی۔ پتہ نہیں میرے کن کرموں کا پھل ملا ہے کہ یہ خراب سے خراب حالت میں ہوتی چلی جاتی ہے۔''

''دیوانی بھی نہیں اور پھر بھی دیوانی ہے کیا کروں بیٹے۔'' وہ رونے لگیں آنسو اتنے گدلے لگ رہے تھے اتنے میلے جیسے دل پر غبار کا ڈھیر ہو۔

''رو مت نہیں اماں میں اپنی سی کوشش کروں گا۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ شان و شوکت موٹریں کوٹھیاں آج کل کی گرینڈ زندگی کی تو وہ سدا سے شیدائی رہی ہے اور اس کی تلاش میں بھی ہے۔ اب ایسے لوگ اسے ملے جن کے نوابی ٹھاٹھ اور بے حد رکھ رکھاؤ ہے وہ سمجھ تو نہیں سکتی۔ میرے خیال میں ابھی تو نہیں۔ کچھ ٹھوکر لگے دھتکاری جائے تب اسے ہوش آسکتا ہے۔ مگر اپنی جگہ ہر طرح نکال لینے میں اس کا جواب نہیں۔ منیر نے نہایت بے چینی سے پہلو بدلا۔

پان کی گلوری بنا کر دیتے ہوئے کہنے لگیں۔

''مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اتنی فرمانبردار اتنی نرم مزاج تھی یہ بچپن میں عاقلہ اور زاہدہ کو بھی گئے ہوئے ہو گئے ہیں وہ لوگ وہیں جم گئے ہیں واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلال نے امریکہ میں شادی کر لی ہے رشتہ داروں کی باتوں سے عاجز آ کر میں نے انہیں ملنا چھوڑ دیا ہے۔ تنہا پڑی رہتی ہوں اور اب تو یہ عالم ہو گیا ہے کہ کوئی آتا ہے تو لوگ کھڑکیوں سے جھانکتے ہیں اور اس گھر کی شان کے سامنے بڑے بڑے دم نہیں مار سکتے تھے۔ اپنے سامنے ہی زندگی کا قصر ڈھے رہا ہے اور میں کچھ نہیں سکتی کسی سے فریاد نہیں کسی سے مدد کی امید نہیں واپس آتے ہوئے منیر نے کہا۔ ''ایک بات کا تو میں بھی اعتراف کرتا ہوں ایڈا میں بے پناہ طاقت ہے لوگوں کو گھیرنے ان کے دل میں گھسنے کی ایک عجیب قوت ہے اس کے اندر جس کو جی چاہے پھانس لیتی ہے جس کا ساتھ جی چاہے چھوڑ دیتی ہے۔ لگتا ہے اس کے اندر چشمے پھوٹ رہے ہیں کسی پراسرار قوت کے اب مجھے ہی دیکھو شینا سے ملوایا اور پھر جب ہماری محبت اس کے سامنے پروان چڑھی تو اس نے ہمیں جدا کر دیا۔ دیکھا تھا تم نے اس دن شینا یوں تھی جیسے اس کا میرا کبھی ساتھ نہ رہا ہو مجھے پہچان ہی نہیں رہی تھی۔

''ہوسکتا ہے وہ دو دلوں کو محبت کرتے دیکھ ہی نہ سکتی ہو۔ کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے۔'' بہت دیر بعد میں نے کہا۔

''نہیں۔'' منیر بولا۔ ''جب میں اور شینا ملتے تھے تو وہی ہمارے لیے مواقع فراہم کرتے تھی اصل میں یہ پودا اس کا لگایا ہوا تھا پہلے پہل جب میں ایڈا سے ملا ہوں تو بہت متاثر ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں جیسے خواب لیتی جھیلیں ہوں بہت شفاف تھیں۔ باتیں کرنے کا ایک مخصوص انداز اور سر ہلا کر چپ ہوجانے کی ادا میں اس پرندا ہو گیا تھا۔'' وہ پھر ماضی کی یادوں میں کھو گیا۔

شینا نے ان دنوں یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا۔ اس جلال اور شکوہ سے بہت مرعوب تھی۔ سنی ہوئی داستانوں اور آزادی کی فضا میں جیسے پھول چاندنی لگنے سے کھلے وہ بھی روز بروز زیادہ حسین اور شوخ ہوتی گئی میرا وہاں آخری سال تھا جلسے جلوسوں کی فضا تھی دھواں دھواں سی۔ ہم لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے جو بات کہتا اسی کی بات جی کو لگنے لگتی دھڑے بندیاں سیاست قوت کا نیا احساس اپنے کچھ ہونے کا اپنے وجود کا میں بھی سٹوڈنٹ لیڈر تھا اور ایڈا بھی شینا اور مجھے مجھ لو اپنی حفاظت میں لے لیا اس نے۔

کہنے لگی۔ ''منیر تمہارے لیے شینا ٹھیک رہے گی اچھی مہذب لڑکی ہے ٹھہراؤ ہے طبیعت میں۔ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتی تمہیں بہرحال زندگی کے لیے ایک ساتھی کی ضرورت ہوگی اور مجھے اس لڑکی سے بہتر کوئی نہیں لگتا۔'' ہم ملتے رہے ہمیں قریب آنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کو موقع ملا پھر اچانک شینا میں میں نے ایک تبدیلی محسوس کی۔ جب ہم تینوں موجود ہوتے تو عجیب گھٹن ہوتی۔ ایڈا دھر ادھر نہ جاتی۔ میں یونیورسٹی سے خاص دور ایک فرم میں ملازم ہو گیا تھا اور مقابلے کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا بس شینا اور میں وہ بنا ایک دوسرے سے زیادہ باتیں کیے بیٹھے رہتے۔ ایڈا نے دوبارہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا پھر شینا کوئی بہانہ بنا کر چلی جاتی یا اسے کوئی بلانے آجاتا میں اور ایڈا بیٹھے رہتے میں اٹھتا اور خدا حافظ کہتا تو وہ اسی طرح سے بیٹھی رہتی۔ چھ ماہ میں ساری کایا پلٹ گئی۔ میرے خواب میری زندگی کچھ بھی تو پہلے جیسا نہ رہا۔

شینا سے دو ایک بار اس کے گھر جا کر ملا بھی تو وہ بہت رکی رکی سی تھی میں محبت کی کرچوں پر چلتا دور نکل آیا ایڈا نے شینا کی شادی کا سن کر مجھ سے رسمی افسوس بھی نہ کیا جس لڑکے سے اس کی شادی ہوئی ہے وہ بھی ایڈا کا لے پالک تھا اس کا ایک پرانا چاہنے والا۔

''ہوسکتا ہے تم جو الزام اس کے سر دے رہے ہو اس میں اس کا ذرا سا قصور بھی نہ ہو۔'' میں نے کہا۔

''نہیں میں اتنا جذباتی نہیں رہا ٹھنڈے دل سے غور کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کسی نہ کسی احساس میں شدت سے مبتلا ہے اور شینا کو مجھ سے بدظن اسی نے کیا ہوگا۔

''اگر شینا کو تم سے کوئی لگاؤ ہوتا تو۔''

''تم سمجھتے ہو میں محبت میں اور لگاؤ میں کوئی فرق نہیں کرسکتا۔آدمی میں بہت سنجیدہ ہوں۔''

''تم شینا پر الزام نہیں دھرتے اور ایڈا کو سارا قصوروار ٹھہرتے ہو۔''

''جولڑ کا تم نے شینا کے ساتھ دیکھا وہ اس کا تیسرا یا چوتھا شوہر ہے۔منیر نے تلخی سے کہا۔

''تو اس سے کیا ہوتا ہے؟''میں نے جواب دیا۔

''ہوتا کیوں نہیں کچھ اگر وہ میرے ساتھ ہوتی تو یہ سانحہ نہ ہوتا ہم دونوں خوش رہتے۔''

''تو پھر اس کا نصیب' تم اتنے تلخ کیو ہو یہ کیوں نہیں سوچتے جولڑکی ایک کے ساتھ وفا نہیں کرسکتی کسی کے ساتھ بھی وفا نہ کرتی۔تم میں کیا خصوصیت تھی کیا محبت کی شادیاں ناکام نہیں ہوتیں شینا میں یوں بھی وفا کا فقدان ہوگا۔''

سڑک کے چوراہے پر ہم پھر کسی وقت ملنے کے لیے جدا ہو گئے زندگی کتنی عجیب ہے نہ سمجھ میں آنے والی پہلیوں سے عبارت اس عرصے میں دو ایک بار منیر سے ملنا بھی ہوا مگر یہاں وہاں کسی سرکاری ڈنر میں کہیں کلب میں ذرا ذرا سی دیر کے لیے۔میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے کیا کیا تھا۔یہ موضوع میں نے خود نہیں چھیڑا۔لگتا تھا کام کی مصروفیت میں وہ بھول ہی گیا ہے بوڑھی عورتوں کے لیے کون پریشان ہوتا ہے؟ پھر نئی نسل کے اپنے مسائل ہے اپنے حل۔

اس رات بارش تیز تھی اور آسمان زمین والوں پر نہایت خفگی سے برس رہا تھا۔روشنی بھی ڈرتی کانپتی لگتی تھی۔ٹیبل لیمپ ہوا کے زور سے مل رہا تھا۔شیڈ میں لگی جھالر کپکپاتی گرج کی آواز آسمانوں پر رقص کرتی ہوئی ایک کونے سے دوسرے کونے تک جاتی۔کہیں بجلی گرتی تو کڑک دل کو ہلا دیتی۔میں پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔بیٹھا تھا مگر لفظ ملتے تھے اور کان باہر کی آوازوں پر لگے تھے۔برآمدے کے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو لپیٹے نیلے پھولوں والی بیل سو نہیں سکی ہوگی۔لان میں آکر دھوپ میں لوٹ لگانے والی بلی کا رونا ٹھکانے کی تلاش میں اس کا گھومنا۔دبے پاؤں میرے دروازے پر آکر پنجے مارنا اور پھر واپس جانا۔درختوں کی ٹہنیاں ٹوٹ کر گر رہی تھی پرنالوں سے پانی بڑے زور سے گر رہا تھا بہتے ہوئے دھارے کی صدا جیسے میں ندی سے گھرا ہوں۔کھڑک کے پٹ کھلے کے ڈھیلے ہونے کی وجہ سے آگے پیچھے ہوتے ہوئے اور ایسی آواز آتی تھی جیسے کوئی کھٹکھٹا رہا ہو۔میں پریشان ہو رہا تھا۔اٹھ کر میں نے چاہا کہ کتابوں کا ایک ڈھیر اس کے آگے لگا دوں تاکہ ان سے بے چین روحوں کی آمدورفت کا یہ منظر تو رکے۔پتلے پردے کے پیچھے سے مجھے ایک چہرہ دکھائی دیا کتابیں میرے ہاتھ سے چھوٹ گئیں ایسے وقت کون ہوسکتا ہے۔پسینے کے قطرے میرے ماتھے پر آئے۔اور ڈر کی وجہ سے دل ٹھہرتا لگا یہ کیفیت ایک دو منٹ رہی پھر سوچا ہوسکتا ہے چوکیدار ہو اور بارش سے ڈر کر اپنی کوٹھری

کی بجائے برآمدے میں آ گیا ہو۔ میں نے اسے پکارا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے پھر زور سے پکارا جلال جلا اتنے زور سے تا کہ میں خود بھی تو کوئی ہمت پیدا کر سکوں۔ کبھی کبھار اپنی آواز کا اسرا بہت ہوتا ہے۔

''چیخ کیوں رہے ہو یہ میں ہوں ایڈا اور دروازہ کھولو''

اگر کوئی کستا کہ ساری پرانی روحیں جاگ کر تمہارے کمرے کے باہر جمع تو مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی جتنی اس نان کے سننے سے ہوئی۔ جانے کب تک میں حیران کھڑا رہا۔

''کیا اب مجھے ساری رات باہر کھڑا رکھنے کا ارادہ تھا تمہارا'' لپٹے ہوئے ایک بڑے بنڈل سمیت۔ ''افوہ خدا کی قسم نہایت عجیب صورت حال ہے کہہ کر وہ کرسی پر ڈھیر ہوگئی۔

''عاصم بے بی کچھ خیال نہ کرنا تم اس کرسی کو پھر سے ٹھیک کروا سکتے ہو مگر میں بہت بھیگی ہوئی ہوں کھال کے اندر تک پانی ہی پانی ہے۔'' خاموشی سے الماری کھول کر میں نے اسے ایک پائجامہ اور قمیض پکڑا دی۔ لمبے کمر تک پہنچتے بالوں کو تولیہ سے خشک کرتی ہیٹر کے سامنے نیچی تپائی پر ٹکی ہوئی وہ مجھے بڑی بے آسرا لگی۔ ''اگر چائے مل سکتی ہو تو مگر تمہیں کیونکر تکلیف دوں؟''

ایسے میں وہ مجھے جو حکم بھی دیتی مانتا۔

چائے پیتے ہوئے لگتا تھا وہ خوابوں میں کھوگئی ہے۔ چپ چاپ پتہ نہیں کن ویرانوں میں بھٹکتی ہوئی اکیلی بے ٹھکانہ۔''

بے بی بہت بڑے خطرے میں ڈال رہی ہوں تمہیں! پتہ ہے میرے پیچھے پولیس لگی ہے اور اس بنڈل میں وہ سارے کاغذات ہیں جن کی انہیں تلاش ہے جب ہم لوگ بھاگے ہیں تو ناز آپا اور میں ایک ہی موٹر میں تمہیں۔ تمہارا ٹھکانا قریب آیا تو جیسے الہام ہوتا ہے میں نے سوچا یہاں رک جاؤں بارش میں نشان مٹ جاتے ہیں کھوج نہیں نکالا جا سکتا۔ پتہ نہیں کس نے نہایت تفصیل سے ہمارے متعلق ایک ایک بات بتادی ہے۔''

میں پاس کی کرسی پر خاموش بیٹھا تھا اور لگتا تھا میرے اردگرد آسمان گر رہا ہے۔

''مگر تم یہ مت سمجھ لینا کہ اس سارے ریکٹ کا مجھے معلوم تھا ان لوگوں نے مجھے کہا تھا کہ جیل میں صرف انکل سے ملاقات کرنا ہو گی یہ بات تو انی بے ضرر تھی بظاہر ناز آپا کہتی تھی کہ کسی وجہ سے وہ ایسے انکل کے ساتھ اپنا تعلق لوگوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتیں جو جیل میں ہو۔ میں نے سوچا میرا کیا جاتا ہے روز روز میرے پھرنے سے ایک دن ہفتے میں جا کر مل آنے سے کون جانے انکل کی کچھ لگتی بھی ہوں کہ نہیں اور پھر ناز آپا اس پیارے مجھے رکھتی تھیں سوچو تو سہی میں جو بے ٹھکانہ تھی جس کا اپنا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں ہے یوں

چاہی جاؤں ایک گھر کا تصور جس میں اپنا پن ہو کتنا مکمل عیش تھا۔''

''مگر تمہاری اماں تھیں اور سولہ سو روپے کا بل چکا کر وہ تمہیں واپس گھر لے گئیں تھیں ہوٹل سے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' میں نے بہت قطعیت سے بات کی۔

''مگر تمہاری اماں تھیں اور سولہ سو روپے کا بل چکا کر وہ تمہیں واپس گھر لے گئیں تھیں ہوٹل سے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' میں نے بہت قطعیت سے بات کی۔

وہ چپ ہو گئی پھر جیسے لفظوں کے لیے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں ہی ٹھیک نشانے پر تیر مارنا چاہتی ہو۔

''اماں کتنا اچھا میٹھا نام ہے۔'' بہت دیر اس نے کہا۔'' وہ میری اماں کہاں ہیں انہوں نے مجھے میری ماں کے مرنے کے بعد پالا تھا۔ باوا کی کچھ ہوتی تھیں یا یونہی انہیں ترس آ گیا تھا مجھے نہیں معلوم مگر بڑے ہونے پر میری بہنیں مجھے اتنی شدید نفرت اور حقارت کا سلوک کرتی تھیں صرف انہی اماں کا وجود ہی مجھ پر نچھاور کرتا۔ باوا نے دوسری کر لی تھی وہ کہیں دور رہتے تھے افریقہ یا مشرق وسطیٰ میں کہیں انہوں نے پلٹ کر خبر نہیں لی سنا ہے خرچ بھجواتے رہے تھے۔ اس بڑی حویلی کے دالانوں میں محبت اور نفرت کے شدید جذبوں کے درمیان میں بڑھی۔ پتہ نہیں اماں جتنی شدت سے مجھے چاہتی تھیں اتنی ہی شدت سے وہ لوگ مجھے دھتکارے کیوں تھے۔ میں سمجھتی ہوں یہ اماں کا قصور ہے مجھے ان لوگوں سے بچانے کے لیے اپنے پر مجھ پر پھیلائے رکھتیں کوئی میلی آنکھ سے میری طرف دیکھتا تو اس پر برسنے لگتیں کبھی عاقلہ یا زاہدہ میں سے کوئی ان کے ساتھ سونا چاہتا تو ڈانٹ دیتیں اس محبت پر ان کا حق تھا مگر میں نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ انہوں نے مجھ سے دوستی نہیں کی وہ میری نہیں ہو سکتی تھی مگر دشمن ہو گئیں۔ عاقلہ تو تقریباً میری ہم عمر تھی جت بک میں اسکول میں رہتی خوش رہتی۔ مگر گھر آنے کے نام سے مجھ بخار سا چڑھ آتا۔ نہایت تھکے قدموں سے اکیلی دالانوں اور کمروں میں پھرتی۔ دیکھا تم نے شروع سے ہی میرے خلاف اتنا بڑا محاذ تھا میں اور اماں ایک طرف باقی گھر ایک طرف۔ اماں کہیں جائیں تو مجھے بھی ساتھ لے جاتیں اگر کبھی غلطی سے وہ مجھے چھوڑ جاتیں تو وہ لوگ طعنوں سے میرا ناک میں دم کر دیتے اتنا رلاتے اتنا رلاتے کہ مجھے ہوش نہ رہتی۔ ہولے ہولے گھر سے مجھے نفرت ہو گئی میں باوا کو یاد کرتی ان کی شکل کا تصور باندھتی جی چاہتا تھا اڑ کر ان کے پاس چلی جاؤں مگر میرے پر تو کٹے ہوئے تھے کبھی کبھار یہ سینے میں اتنی گھٹن ہوتی اتنی گھٹن کہ چیخیں مار کر رونے لگتی نہیں کہتیں۔'' یونہی ہسٹریا ہو گیا ہے۔ اماں تو پہلے ہی تمہاری انہیں پریشان کرنے زیادہ محبت حاصل کرنے کا یہ طریقہ اب اس کے ہاتھ آ گیا ہے۔

پھر وہ سب مل کر ہنسنے لگے۔ جلال اور جمال اور عاقلہ اور زاہدہ۔

ان کی ہنسی نے مجھے اتنا خوفزدہ کر دیا کہ آنسوؤں کو میں نے اپنے اندر ہی خشک کر دیا ہے۔ سہارے کے لیے میں نے ہر راہگیر کا دامن پکڑ ہے اپنے آپ سے بچنے کے لیے میں نے قہقہوں اور ہنسی میں پناہ چاہی ہے مگر بے بی میں پھر بھی اکیلی رہی۔'' شیر علی یہاں رہتا تو شاید حالات کچھ اور ہوتے پتہ نہیں وہ کیوں چلا گیا۔ میرے اندر کے خلا کا اسے احساس ہو گیا جس خلا کو محبت کے سمندر بھی نہیں بھر سکتے۔'' بہت دیر چپ رہنے کے بعد اس نے پھر کہا تھا۔

''پتہ نہیں کیسے جھانک لیا میرے اندر میں پتہ نہیں۔'' اس نے اپنے بالوں کو انگلیوں سے سلجھایا۔ کہا کرتا تھا۔'' قوس قزح کے رنگوں سے بنی تمہاری تصویر اصلی نہیں لگتی۔'' اور میں ہنس کر یہ بھی اس کی محبت سمجھتی تھی بات کہنے کا ایک انداز۔

زمانے نے مجھے بہت ٹھوکریں ماری ہیں یونیورسٹی کے بعد جہاں پر بھی میں نے قدم جمانے کی کوشش کی ہے مجھے اکھاڑ دیا گیا ہے۔ امر بیل کی طرح لوگوں نے مجھے ہر درخت سے زبردستی جدا کیا ہے جہاں بھی میں لپٹی ہوں۔

رات طوفان میں اڑی جا رہی تھی۔

میں نے آتشدان میں آگ جلائی اور بنڈل کو کھول کر کاغذ جلاتا گیا۔

ناز آپا نے تو کہا تھا انہیں سنبھال کر رکھنا اب میں کیا جواب دوں گی۔ کچھ بولے میں نے آگ میں انہیں جھونک دیا۔ تپش سے ایڈا کی زردی میں سرخی جھلکنے لگی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

جب میں اسے لینے گیا ہوں تو وہ وقت تنگ تھا اور میری رشتہ کی بہنیں اس کے گلے سے لگ کر رو رہی تھی ہوائی جہاز تیار کھڑا تھا۔

اور برقعے میں الجھتی پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔'' بے بی میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گے۔''

جب میں اسے لینے گیا ہوں تو وہ وقت تنگ تھا اور میری رشتہ کی بہنیں اس کے گلے سے لگ کر رو رہی تھی ہوائی جہاز تیار کھڑا تھا۔

اور برقعے میں الجھتی پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔'' بے بی میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گے۔''

تمہیں معلوم ہے منیر نے ایک دن کہا۔'' جن لوگوں کے ہاں ہم اس دن عورت میں گئے تھے وہ بین الاقوامی سمگلنگ کرنے والا گروہ تھا اور انہیں کے ساتھ ان کے ذریعے ہی تو ایڈا مشرق وسطیٰ جانے والی تھی۔ وہ سب لوگ تو یہاں وہاں سے پکڑے گئے ہیں صرف ایڈا کا پتہ نہیں چلا اور ساتھ ہی ایک کاغذ نہیں ملا۔ ان کے خلاف ذرا سا ثبوت نہیں۔

''تم نے مجھے اتنے دنوں بتایا ہی نہیں۔'' میں نے شکایت کی۔

میں اپنے طور پر ایڈا کی کھوج میں تھا مگر اسے تو جیسے آسمان نگل گیا ہے زمین نے کھا لیا ہے اب میں اماں کو کیا جواب دوں گا میں

نے بڑی گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

جب آسمان پر چاند نہیں ہوتا ان راتوں میں تارے ٹوٹتے ہیں تو روشن چمکدار لکیر سی کھنچ جاتی ہے اندھیرے کے پاس منظر میں وہ زیادہ تابناک لگتی اور پھر فضا کو یاد ہی نہیں خلا کو احساس ہی نہیں ہوتا ان تاروں کا کوئی سراغ ہی نہیں ملتا۔ پتہ نہیں تارے ٹوٹتے کیوں ہیں؟''

◆◆◆